وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

خطبات صفدر

(ماخوذ از جلد سوم)

افادات: مناظر اسلام، ترجمان اہلسنت، وکیل احناف
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

ترتیب، تسہیل و تصحیح:
حضرت مولانا نعیم احمد مدظلہم (مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبات صفدر

جلد سوم

افادات

مناظر اسلام، ترجمان اہل سنت، وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

ترتیب، تسہیل و تصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

پیدائش: ۴/اپریل ۱۹۳۴ء ...... وفات: ۳۱/اکتوبر ۲۰۰۰ء

آپ مولانا عبدالقدیر شیخ الحدیث جہلم کے شاگرد تھے۔ خوب حاضر جواب تھے۔ تعلیم کے بعد سکول میں ملازمت کی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ خیر المدارس ملتان میں دعوت وارشاد کے مسئول رہے۔

صحیح معنی میں مناظر اسلام تھے۔ قادیانیت، عیسائیت اور دیگر مذاہب وفرق کے خلاف بھرپور تیاری تھی۔ جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰۰۰ء میں آپ نے مسئلہ حیات الانبیاء پر تقریر کی جسے جامعہ کے استاذ حضرت مولانا محمد نعیم احمد مدظلہم نے جمع کیا اور خطبات صفدر کی جلد ۳ میں شائع کیا۔ اس مجموعہ میں ہم یہاں پر اسے شامل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء

الحمدللہ و کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون قال النبی ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین۔ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی رب زدنی علما وارزقنی فھما۔ قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

چند دن قبل درس میں عذاب و ثواب قبر کے بارے میں مختصر طور پر عرض کر دیا گیا تھا کہ موت سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے، اس میں انسان یا ثواب میں رہتا ہے یا عذاب میں یا دکھ میں یا سکھ میں اور اسی کا نام عذاب قبر ہے۔ اسی کا نام عذاب میت ہے اسی کا نام عذاب برزخ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے، اس لئے اس کو عذاب برزخ بھی کہہ دیتے ہیں تو عذاب و ثواب قبر کو ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق ماننا ایسے ہی لازم ہو جاتا ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین کر لینا یا دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین کر لینا۔ عذاب و ثواب قبر کو ماننے کے بعد روح کے تعلق کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اب شہداء کا درجہ زیادہ بلند ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبارۃ النص شہداء کی حیات کا ذکر فرمایا ہے: ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (البقرۃ: ۱۵۴)“ فرمایا نہ کہو ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

مماتیوں کا دھوکہ

مماتی عام طور پر دھوکا دیا کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی موت کے قائل نہیں ہیں۔ دیکھیں جب یقتل والا لفظ آ گیا تو سارے وعدے ”کل نفس ذائقۃ الموت (العنکبوت: ۵۷)“ والے پورے ہو گئے۔ موت آ گئی، اس لئے جتنی آیات اس بارے میں ہیں کہ ہر آدمی کو موت آنی ہے وہ پوری ہو گئیں۔ یقتل اب یہ ہے کہ یہ جو موت آئی ہے یہی قیامت تک چلے گی یا حالت تبدیل ہو جائے گی؟ یقتل جملہ فعلیہ ہے جو ایک زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے آگے جو منع کیا گیا ہے اموات اس کا مبتدا اہم ہے۔ یہ جملہ اسمیہ ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ قتل سے جو موت آئی ہے قیامت تک یہی چلے گی۔ اس لئے جملہ اسمیہ ان کے لئے استعمال نہ کرنا کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردہ ہیں تو جب ہمیشہ موت نہیں رہے گی تو کیا ہوگا تو فرمایا ”بل احیاء“ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اب آیت کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ قتل کا فعل اس جسم پر وارد ہوتا ہے۔ جسم مثالی پر وارد نہیں ہوتا۔ لوگ مردہ اسی جسم کو کہتے ہیں خواب وخیال والے جسم کو کوئی مردہ نہیں کہتا تو جو جسم قتل ہوا اس کی روح نکل گئی۔ اس پر موت واقع ہوئی۔ جب موت کا معنی روح کا نکلنا ہے تو حیات کا معنی روح کا آنا ہے، یقیناً یہی معنی ہے۔

موت کا معنی معلوم کرنے پر ایک مناظر کی پریشانی

چنانچہ ایک مناظرے میں ایک مناظر صاحب سے میں نے جب پوچھا کہ موت کا معنی کیا ہے۔ اس نے کہا کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے تعلق نہ ہو۔ کیونکہ جسم سے باہر ہو اور تعلق ہو تو اس کو نیند کہتے ہیں تو میں نے کہا اب یہ جو احیاء ہے شہداء کے بارے میں یہاں حیات کا کیا معنی ہے وہ بڑا پریشان ہوا اس بات پر کبھی ادھر کو دیکھتا کبھی ادھر کو دیکھتا۔ کیونکہ اس نے تو کہنا تھا کہ شہیدوں کی ارواح سبز پرندوں میں ہیں اور یہاں جسموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ معنی موت کا ہے حیات کا نہیں جو تعلق روح کا انکار کرتا ہے۔ اگرچہ وہ لفظ موت کا استعمال نہ کرے۔ لیکن اس نے معنی موت والا استعمال کرلیا۔ اللہ نے جس بات سے منع فرمایا تھا اس نے وہی بات کہہ دی تو ''ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات (البقرۃ: ۱۵۴)'' کہ قتل ہو گئے ہیں موت آ گئی ہے اس میں شک نہیں لیکن اب تم ان کو مردہ نہ کہو یہ موت آگے نہیں جا رہی ''بل احیاء'' یہاں پر ہم احیاء جملہ اسمیہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حیات ان کو عطاء کی وہ آگے جا رہی ہے۔

ایک مثال: اب ہم یہاں بیٹھے ہیں کسی کی عمر آپ میں سے بیس سال ہے کسی کی پچیس سال ہے۔ اس سے پہلی کی حالت کو قرآن نے موت کہا ہے ''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم (البقرۃ: ۲۸)'' اب ان پچیس سالوں میں اگر کوئی آپ کو مردہ کہے تو آپ کہیں گے میں تو زندہ ہوں تو بیوقوف کہاں سے آ گیا مجھے مردہ کہنے والا اور رسول اقدس ﷺ کی موت تقریباً ۱۴۱۰ سال پرانی ہے اس کے بعد اللہ نے حیات عطا فرما دی تو جو حیات چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کی بات ہونی چاہئے یا آپ کی موت کی۔ کیا اب آپ کی حیات کی بات ہوگی یا موت کی؟ یقیناً حیات کی۔ اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ کی بھی حیات کی بات ہوگی نہ کہ موت کی۔ موت آئی ضرور جب موت آئی تو سارے وعدے ''انک میت وانھم میتون (الزمر: ۳۰) کل نفس ذائقة الموت (العنکبوت: ۵۷) وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (ال عمران: ۱۴۴)'' یہ جتنے وعدے تھے تو جب موت آ گئی تو پورے ہو گئے۔

اب یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ قتل جسم ہی ہوا تھا لیکن جو بل کے بعد احیاء کا لفظ ہے یہ روح کے لئے ہے، حالانکہ صرف روح کی حیات کوئی حیات نہیں۔ ''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا (البقرۃ: ۲۸)'' کا جو زمانہ ہے اس وقت عالم ارواح میں روح یقیناً موجود تھی اور کئی ہزار سال موجود رہی لیکن اس کو موت کہا جا رہا ہے۔ حیات نہیں کہا جا رہا اور جیسے میں نے حیات مسیح کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ قادیانیوں کا بھی بالکل یہی طریقہ ہے کہ ''بل رفعه اللہ الیه (النساء: ۱۵۸)'' یہاں بھی پہلے بل کا لفظ ہے۔ اس سے پہلے قتل کا لفظ ہے۔ اب سارے مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ جس جسم کو یہودی قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھالیا لیکن قادیانی کہتا ہے کہ قتل تو اس جسم کو کرنے آئے تھے لیکن اللہ نے روح کو اٹھالیا۔ یہاں بھی یہی ہے کہ جس جسم کو قتل کیا گیا، جس جسم کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی جسم کو زندہ فرمایا ہے اور حیات عطاء فرما دی۔

دونوں حیاتوں میں ایک فرق

ہاں ایک فرق ہو گیا کہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہونے سے پہلے بھی زندہ تھے۔ کہلی حیات

کے ساتھ اور بعد میں جب ان کے جسد اطہر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "بل احیاء" وہ زندہ ہیں لیکن شہید ہونے سے پہلے جو زندگی تھی وہ ہمارے شعور میں آتی تھی اور کھلی زندگی تھی جب کھلی تھی تو لوگ دیکھ رہے تھے کہ حضرت حمزہ کھڑے ہیں، بیٹھے ہیں، کھانا کھا رہے ہیں، بات چیت کر رہے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ ساری ان کی حیات کھلی تھی اور ہمارے شعور میں آتی تھی۔ اب جو حیات ملی ہے فرمایا "ولکن لا تشعرون" وہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔ اس لئے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ یہ حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی لیکن اس حیات کا انکار نہیں کر سکتے۔

دنیوی حیات کا ایمان اور کفر سے کوئی تعلق نہیں

یاد رکھیں جو حیات شعور میں ہوتی ہے اس کا ایمان اور کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں اگر کوئی ہندو ہمیں دیکھے تو مردہ سمجھے گا یا زندہ؟ زندہ ہی سمجھے گا۔ کیوں؟ اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں لیکن شعور تو ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ لکھ رہا ہے، یہ بول رہا ہے، یہ ہل رہا ہے تو اس شعور سے وہ حیات کو محسوس کرلے گا۔ کوئی سکھ دیکھے زندہ کہے گا یا مردہ کہے گا؟ لیکن یہ جو حیات ہے اس کا کفر ایمان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اگر کوئی ضد میں کہہ ہی دے کہ تو مردہ ہے میں جواب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تو اندھا ہے تو بہرا ہے اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ میں بول رہا ہوں، کیا تو میری بات سن نہیں رہا تو مجھے ادھر ادھر چلتے دیکھ نہیں رہا تو اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ تو اندھا ہے، بہرا ہے، یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ کیونکہ یہ حیات شعور میں آنے والی ہے اور وہ حیات "ولکن لا تشعرون" اب یہاں غور کریں کہ لفظ تشعرون ہے یا یشعرون۔ تشعرون ہے تاکہ پتہ چلے کہ ہم کو ان کی حیات کا شعور نہیں ان کو پورا شعور ہے یہ نہیں فرمایا کہ ان کو اپنی حیات کا شعور نہیں ہے "ولکن لا یشعرون" نہیں فرمایا کہ حیات تو انہیں دے دی گئی ہے لیکن انہیں اپنی حیات کا شعور نہیں۔ یہ فرمایا ہے کہ ان کو حیات ملی ہے اسی جسم کو ملی ہے جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا لیکن تمہیں اب ان کی حیات کا شعور نہیں۔

دوسری حیات کا تعلق ایمان سے ہے

پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا جسم کی بات ہو رہی ہے ورنہ روح کو کوئی بھی مردہ نہیں کہتا۔ (مرتب)

مماتیوں کا دھوکہ اور اس کا جواب

یہاں ان لوگوں کا ایک دھوکہ ہوتا ہے جس سے سادہ لوگ پھنس جاتے ہیں۔ وہ دھوکہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت پاک جب کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں تھے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے، آپ سے بات چیت ہوتی، آپ امام بنتے، صحابہ رضی اللہ عنہم مقتدی بنتے۔ اس وقت اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھوڑا سا بھی اختلاف ہوتا تو حضرت پاک کے سامنے عرض کر دیتے۔ حضرت اس میں فیصلہ بھی فرما دیتے۔ لیکن حضرت پاک کے وصال کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں شدید لڑائیاں ہوتی ہیں، تو ایک فریق نے بھی روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت

یہ جھگڑا ہے آپ فیصلہ فرمادیں۔ حق پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ۔ اس بارے میں کوئی بھی روضہ پاک پر نہیں گیا۔

اب یہ کہتے ہیں کہ گویا صحابہ سمجھتے تھے کہ معاذ اللہ حضرت پاک حیات نہیں ہیں ہم جا کر عرض کریں گے تو حضرت نہ سنیں گے، نہ جواب دیں گے۔ ورنہ اتنے اہم کام کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور حضرت کے روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض کرتے۔

جواب: تو بات یہ نہیں ہے بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک کی اس آیت پر پکا ایمان رکھتے تھے کہ ہم جو عرض کریں گے حضرت سنیں گے لیکن حضرت جو جواب ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ایک مثال: اس کو عام فہم مثال سے سمجھیں کہ یہ صوفی صاحب بیٹھے ہیں ان کی گھڑی گم ہوگئی۔ اب یہ لڑتے پھر رہے ہیں، کبھی اس سے، کبھی اس سے کہ میری گھڑی نہیں دیکھی، کسی نے کہہ دیا کہ کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے پھر رہے ہو؟ کہ جی میری گھڑی گم ہوگئی ہے۔ کہاں کسی سے پوچھا؟ ایک سے تو نہیں بیس آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں لڑ بھی چکا ہوں کہ تم بتاتے کیوں نہیں۔ اس نے کہا: آپ خود بھی پریشان ہوئے بیس آدمیوں کو بھی پریشان کیا۔ آپ نے کراماً کاتبین سے کیوں نہ پوچھ لیا کہ میری گھڑی کہاں ہے؟ کیا واقعتاً آپ کے کراماً کاتبین مر چکے ہیں یا سنتے نہیں یا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ زندہ بھی ہیں سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہیں لیکن میرے شعور میں نہیں آتا۔ اس لئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب فرشتوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں۔ لیکن کیا فرشتوں کو اپنی حیات کا شعور ہے یا نہیں؟ جنوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں لیکن کیا جنوں کو اپنی حیات کا شعور ہے یا نہیں؟ تو یہاں "ولکن لا تشعرون" ہے "ولکن لا یشعرون" نہیں۔ یہ حیات جو ہمارے شعور میں نہیں آرہی اس کی وجہ کیا ہے۔

شہداء کی حیات ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارا شعور فانی ہے اور یہ فانی شعور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فانی حیات کے لئے دیا ہے اور وہ حیات جو موت کے بعد ملی ہے وہ باقی حیات ہے اگر وہ کامل حیات ہمارے فانی شعور میں نہ آئے تو قصور اس فانی شعور کا ہے اس کامل حیات کا نہیں ہے۔ دیکھیں ملتان میں سیب بک رہا ہے ہمارے شعور میں آرہا ہے اور جنت کا سیب ہمارے شعور میں نہیں آرہا۔ یہ آگ جو ملتان میں جل رہی ہے یہ ہمارے شعور میں آرہی ہے اور جہنم کی آگ ہمارے شعور میں نہیں آرہی تو کیا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہنم و جنت کا عذاب و ثواب اتنا گھٹیا ہے کہ ہمارے شعور میں آنے والا نہیں یا اس لئے نہیں آرہا کہ وہ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے بات کتنی واضح فرمادی کہ جس جسم کو قتل کیا جاتا تھا جس کو مردہ کہا جاتا تھا وہی شہداء کا جسم "فائز الحیوۃ" ہے: "ولکن لا تشعرون" سے بھی یہی سمجھ آرہا ہے۔ کیونکہ صرف روح کا شعور تو پہلے بھی کبھی نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ ایک جسم ہے جس کی حیات کا پہلے ہمیں شعور ہوتا تھا شہید ہونے سے پہلے اس کی حیات کھلی تھی۔ اب اسے اللہ نے ایسی حیات دے دی جو ہمارے شعور میں نہیں ہے اور صرف روح کا شعور تو کبھی ہوا ہی نہیں اس کی نفی کرنے کی ضرورت کیا تھی۔

حیات شہداء پر دوسری آیت مبارک

دوسری آیت "ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون" (آل عمران:۱۶۹) کہ زبان سے یہ بات کہی کہ وہ مردہ ہیں یہ تو کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ ڈالو یعنی خیال کے درجے میں عقیدے کے درجے میں نہیں خیال اور گمان کے درجے میں بھی دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں وہ مردہ ہیں "احیاء" زندہ ہیں "عند ربهم یرزقون" ان کے رب کے پاس ان کو رزق بھی مل رہا ہے۔

سعید چتروڑ گڑھی سے مناظرہ

اب جب سعید چتروڑ گڑھی سے میرا مناظرہ ہوا تو اس نے بڑا شور مچایا کہ "عند ربهم" کا معنی آپ کو آتا ہے میں نے کہا آپ بتا دیں۔ کہنے لگا کہ "عند ربهم" کا معنی ہے کہ اللہ کے پاس اوپر زندگی ہے اس زمین میں بالکل زندگی نہیں۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ "عند ربهم" کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے ہی نہیں بلکہ "یرزقون" کے ساتھ ہے کہ اللہ کے ہاں سے وہ رزق پا رہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے۔ اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں آسمان ہی مراد ہے۔ علیین تو پھر "ان الدین عند اللہ الاسلام" (آل عمران:۱۹) کا معنی یہ کر دے کہ اسلام میرے (سعید) اور میری جماعت (اشاعۃ التوحید) کے قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کے رکھا ہوا ہے۔ اس لئے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں تو یہاں بھی عند اللہ کا وہی معنی کر جو عند ربهم میں عند کا کیا ہے اور اگر بعض مفسرین کچھ احتمالات ذکر کر دیتے ہیں کہ اس کا تعلق احیاء سے بھی ہو سکتا ہے تو وہ پھر بتا دیتے ہیں کہ اس کا معنی وہی ہے جو "ولکن لاتشعرون" کا ہے کہ احیاء تو ہیں لیکن ان کی حیات تمہارے شعور میں نہیں ہے۔ اصل میں صحیح بات یہی ہے کہ "عند ربهم" کا "تعلق یرزقون" سے ہے۔ صحیح بات اس میں یہی ہے لیکن اگر کوئی یہ احتمال بیان کرے بھی تو ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ پہلی آیت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حیات اسی جسم کو ہے جس پر قتل کا فعل وارد ہو چکا ہے۔ اگر ہم کوئی حدیث پڑھتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن پڑھو، قرآن پڑھو۔ اگر ہم قرآن پڑھتے ہیں پھر ان کو حدیث یاد آتی ہے کہ جی مسلم شریف میں حدیث ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۳۵) پر یہ روایت موجود ہے۔

اب کہتے ہیں کہ یہ حدیث بھی دیکھو نا کہ حضرت پاک نے خود تصریح کر دی ہے تو پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ ہمارا مدار استدلال لفظ بل اور احیاء ہے یہ سورۃ آل عمران اور سورۃ بقرہ دونوں میں موجود ہے اور وہاں سرے سے اجمال ہے ہی نہیں۔ جس کی تفصیل کی ضرورت پڑتی جو جسم قتل ہوا جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اس کو اللہ نے حیات عطا فرما دی، یہ جو روایت ہے یہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں آئی ہے۔ کیونکہ وہاں یرزقون کا لفظ مجمل تھا کہ رزق کس طرح دیا جاتا ہے تو یہ روایت یرزقون کی تفسیر ہے کہ وہ صبح شام جنت کی سیر کرتے ہیں اور ان کی روحیں جنت کا رزق حاصل کرتی ہیں۔ ویسے یہ کہا کرتے ہیں کہ عقیدے میں خبر واحد کا اعتبار نہیں اور عجیب بات ہے کہ پورے مناظرے میں احمد سعید نے میرے سامنے یہ روایت پیش نہیں کی۔ کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے ڈرا دیا تھا۔ اس نے ایک روایت پڑھی جس کے راوی ابو معاویہ اور اعمش تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو معاویہ تدلیس کا مریض ہے اور اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے ان کی روایتیں قابل قبول نہیں۔

جو روایت تو نے پڑھی ہے اس میں بھی یہ دونوں راوی ہیں میں نے کہا چھوٹی سی تیری کتاب ہے تجھے وہ بھی یاد نہیں ہے اس میں کیا لکھا ہوا ہے اور پھر میں نے ڈانٹ دیا کہ دیکھنا ہوش میں رہنا کہیں سبز پرندوں والی حدیث غلطی سے نہ پڑھ بیٹھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی ابومعاویہ ہے جس کو تو تدلیس کا مریض کہتا ہے اور یہی اعمش ہے جس کو تو شیعہ کہتا ہے۔ اس لئے کہ تیرا مناظرہ سنیوں کے ساتھ ہے شیعوں کے ساتھ نہیں۔ یہ روایت شیعوں کو تو سنا دینا ہمیں نہ سنانا تو مولوی عبدالخالق وغیرہ جو اس کے ساتھی تھے۔ انہوں نے مسلم دیکھی جب دیکھا کہ اس سند میں تو واقعی ابومعاویہ بھی ہیں اور اعمش بھی ہے پھر اس نے سارے مناظرے میں یہ روایت بالکل پیش نہیں کی میرے سامنے۔

''وحدثنا یحیی بن یحییٰ وابوبکر بن ابی شیبة کلاھما عن ابی معاویة قال وحدثنا اسحاق بن ابراھیم قال انا جریر وعیسی بن یونس جمیعاً عن الاعمش قال وحدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر واللفظ له قال انا اسباط وابومعاویة قالا اعمش عن عبداللہ بن مرة عن مسروق قال سألنا عبداللہ عن ھذہ الآیة ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذالک فقال ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطلع الیھم ربھم اطلاعة فقال ھل تشتھون شیئاً قالوا ای شئی نشتھی ونحن نسرح من الجنة حیث شئنا ففعل ذالک بھم ثلاث مرات فلما رأوا انھم لن یترکوا من ان یسئلوا قالوا یا رب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرة اخری فلما رأی ان لیس له حاجة ترکوا''

ہم اس کو مانتے ہیں یہ خبر واحد کے درجہ میں ہے لیکن اس کو ایک مثال سے سمجھیں، ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔

مثال: دیکھئے قرآن میں سورۃ احزاب میں آیت آتی ہے: ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا'' (الاحزاب: ۳۳) قرآن پاک کا یہ پورا رکوع پڑھیں تو اس کے سیاق وسباق میں امہات المؤمنین کا تذکرہ ہے۔ قرآن پڑھنے سے پکا یقین ہوجاتا ہے کہ اس آیت میں جس تطہیر کا ذکر ہے اس سے ازواج مطہرات مراد ہیں۔ اس لئے ان کو مطہرات کہتے ہیں کہ وہی اس آیت کریمہ کی مصداق ہیں۔ لیکن مسلم میں ایک حدیث ہے: ''باب من فضائل الحسن والحسین حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ومحمد بن عبداللہ ابن نمیر واللفظ لابی بکر قالا حدثنا محمد بن بشیر عن زکریا عن مصعب بن شیبة عن صفیة بنت شیبة قالت قالت عائشة خرج النبی ﷺ غداۃ وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلھا ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا'' (مسلم ج ۲ ص ۲۸۳ باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما) میں ہے کہ حضرت نبی اقدس ﷺ نے اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرات حسنین کریمین کو بٹھا کر پانچوں پر ایک چادر ڈال لی اور یہی آیت، آیت تطہیر پڑھی۔

اب دیکھو یہاں تین فرقے بن گئے ایک رافضی، وہ قرآن کا انکار کر گئے کہ قرآن سے ازواج مطہرات مراد نہیں کیونکہ حضرت پاک نے یہ فرمایا ہے کہ اہل بیت سے یہ پانچ مراد ہیں۔ اس لئے امہات المؤمنین مراد نہیں اور قرآن کے سیاق وسباق کا بالکل انکار کر دیا۔ دوسری طرف خارجی کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن میں آیت تطہیر سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ خبر واحد جب قرآن کے خلاف ہو تو اس کو مانا نہیں جائے گا۔ اس لئے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اس آیت میں شامل نہیں سمجھتے۔

اہل سنت قرآن اور حدیث دونوں کو مانتے ہیں

لیکن اہل سنت والجماعت نے کہا ہم قرآن بھی مانتے ہیں قرآن کے درجے میں، حدیث مانتے ہیں حدیث کے درجے میں۔ ہم دونوں باتیں مانتے ہیں کہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اور یہ چاروں حضرات حدیث کی وجہ سے مصداق ہیں۔ کیونکہ جب انعام دیا جاتا ہے تو جو اس میں شامل نہیں بھی ہوتا اس کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے اس کو بھی دے دو۔ اس لئے جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں بھی چادر میں آ جاؤں تو فرمایا تو تو بہتر ہے ان سے تو پہلے ہی شامل ہے تو ازواج مطہرات تو بغیر دعا کرنے کے آیت میں شامل ہیں اور ان کو دعا کر کے اللہ کے نبی شامل فرما رہے ہیں تو ہم اہل سنت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں اور حدیث اگرچہ خبر واحد کے درجہ میں ہے لیکن اس کو مانتے ہیں، حدیث کے درجہ میں کہ اللہ کے نبی نے دعا مانگی تو اللہ نے قبول فرمالی۔ اس لئے یہ بھی آیت تطہیر کے دوسرے نمبر کا مصداق ہیں تو ہم نے آیت بھی مانی، حدیث بھی مانی۔

اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت سے ثابت ہوا کہ جس جسم کو قتل کیا گیا اس کو موت آ گئی کیونکہ شہید مرنے سے پہلے تو کوئی کہتا ہی نہیں تو موت آئے گی تو اس کو شہید کہا جائے گا۔ موت کے وعدے پورے ہو گئے لیکن اس کے بعد اسی جسم کو جس کو مردہ کہا جا رہا تھا جس کو شہید کہا جاتا ہے۔ کبھی کسی نے آج تک روح کو شہید نہیں کہا نہ روح شہید ہوتی ہے تو جس جسم کو دنیا شہید کہتی ہے جس جسم کو مردہ کہتی ہے وہ یہی جسم ہے۔ جب شہید کو غسل دیا جاتا ہے تو کیا روح کو غسل دے رہے ہوتے ہیں، شہید کو دفن کیا جا رہا ہے شہید کو چارپائی پر لٹایا ہوا ہے تو یہ سارا میت کا لفظ اور شہید کا لفظ اسی جسم کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس لئے قرآن پاک سے روح کا جسم سے تعلق ثابت ہو رہا ہے اور حدیث میں اس روحانی سیر کا بھی تذکرہ ہے جو رزق کے لئے وہ سیر کرتے ہیں۔ روح خواہ جنت میں سیر کرے یہاں تعلق ہوتا ہے جیسے آپ کی روح خواب میں مکہ پہنچی ہوئی ہو تب بھی جسم سے تعلق ہے تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کے کہنے کے مطابق اس کا تعلق یہاں سے بھی ہے جسم کے ساتھ اور حدیث کے مطابق صبح و شام روحانی سیر بھی ہوتی ہے تو ہم نے قرآن کو بھی مانا اور احادیث کو بھی مان لیا۔

خارجی اور رافضی قرآن و حدیث میں ٹکراؤ پیدا کرتے ہیں

کیونکہ ہم خارجیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن اور حدیث میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے اللہ اور اللہ کے رسول کے درمیان معاذ اللہ کشتی کے قائل نہیں ہیں کہ ان کی کشتی کرا کے دیکھیں کہ کون جیتتا ہے جو جیت جائے گا اس کی بات مان لیں گے۔

یہودیوں کا عقیدہ

جیسے تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یعقوب علیہ السلام کے درمیان ساری رات کشتی ہوتی رہی نہ یعقوب علیہ السلام گرتے تھے نہ اللہ تعالیٰ گرتے تھے۔ آخر جب پو پھٹنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام سے کہا چل مجھے چھوڑ ہی دے لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے کہ یہ خدا کا حال ہے لیکن یعقوب علیہ السلام نے کہا میں نہیں چھوڑتا جب تک مجھے نبوت نہیں دو گے مجھے نبوت دو۔ پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ! کچھ نہ ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان پر چلے گئے۔

ہم ایسی باتوں کے قائل نہیں یہ تورات جو تحریف شدہ ہے اس میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ ہم اللہ اور رسول میں یا مجتہد اور نبی کے درمیان کشتی کے قائل نہیں ہیں نہ رسول خدا سے لڑتا ہے نہ مجتہد نبی سے لڑتا ہے۔ رسول بھی اللہ کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے اور مجتہد بھی نبی کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ اب ہم نے قرآن بھی مانا حدیث بھی۔

روح کی سواریوں کی شکلیں پرندوں جیسی ہیں

یہ کہتے ہیں وہ پرندے جسم مثالی ہیں ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے سب سے پیاری شکل انسان کی بنائی ہے ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (التین:۴)'' سب سے باعزت شکل انسان کو دی ہے ''ولقد کرمنا بنی آدم (الاسراء:۷۰)'' تو کیا پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ بہتر ہے۔ پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ باعزت ہے؟ وہ پرندے تو شکل ہیں ان سواریوں کی جن پر روح سوار ہو کر وہاں تک پہنچتی ہے جیسے آپ حج پر جاتے ہیں تو کہتے ہیں وہ جہاز جس پر ہم گئے مچھلی کی شکل کا تھا تو کوئی بیوقوف یہ نہیں کہتا وہ جو مچھلی کی شکل کا جہاز ہے وہ حاجی صاحب کا جسم مثالی ہے، کوئی یہ نہیں کہتا۔ وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ تو ایک سواری ہے۔

مماتی گدھا

اب اگر کوئی مماتی گدھے پر سوار ہو کر جا رہا ہو تو گدھا اس کی سواری ہے یہ نہیں کہیں گے کہ وہ گدھا اس مماتی کا جسم مثالی ہے تو اپنے لئے وہ ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ عجیب بات ہے کہ شہداء کے لئے اس قسم کی حماقتیں ماننے کے لئے وہ بڑی جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: ''قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین'' (یٰسین:۲۶،۲۷) اب یہ خطاب اس شخص کو ہو رہا ہے جو ''وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعی'' (القصص:۲۰) جو بھاگا آ رہا ہے اسی کو شہید کیا گیا ہے اور شہید اسی جسم کو کہتے ہیں۔

شہید کی قبر جنت کا باغ ہے

تو چونکہ شہید کی قبر بھی جنت کا باغ ہے اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اس میں داخل ہو جا اور وہ اس قبر میں ''وجعلنی من المکرمین'' (یٰسین:۲۷) باتیں کر رہا ہے تو باتیں کرنا دلیل حیات ہے یا دلیل موت تو جب کلام ثابت ہو گئی تو حیات بھی ثابت ہو گئی تو قرآن پاک نے شہداء کی حیات بعبارۃ النص ذکر فرمائی ہے اور یہ حیات عوام کی حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ ان کے اجسام مطہرہ بھی محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ہماری حیات فانی ہے جو حیات شہید کو ملی ہے وہ ہمیشہ کی حیات ہے۔

مماتی نئی قبر کی تلاش میں ہیں

اب یہ بے چارے اس قبر کا انکار کر کے قبر بھی کوئی نئی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اس حیات کا انکار کر کے جسم بھی نیا تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اس عذاب وثواب قبر کا انکار کر کے عذاب اور ثواب بھی نیا تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ذکر کیا ہے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ حیات جواب ہے یہ فانی ہے لیکن

اگر میں آپ کو تین چار مرتبہ کہوں او مردو او مردو! تمہیں غصہ لگے گا یا نہیں؟ حالانکہ موت یقیناً آنی ہے تو جب فانی حیات والے کو مردہ کہنا اس کی توہین ہے تو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے اس کو مردہ کہنا یہ اس کی توہین ہے یا نہیں؟ یقیناً توہین ہے تو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے اس کو معاذ اللہ مردہ کہنا یہ اس کی توہین ہے۔ اس لئے ہم ان (مماتیوں) سے کہتے ہیں مردار دان کو مردہ نہ کہا کرو۔ (اس پر ایک لطیفہ یاد آیا)

لطیفہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں بھی آتا ہے کہ ان کو پرندوں کی بولی آتی تھی، تاریخ میں ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک دن ایک پرندے کو بھیجا کہ ہدہد کو بلا کر لاؤ۔ کیونکہ سلیمان علیہ السلام پرندوں سے کام بھی لیتے تھے۔ ملکہ بلقیس کے پاس جو خط بھیجا تھا وہ بھی پرندے کے ذریعہ بھیجا تھا تو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ پرندہ جسے بلایا گیا تھا وہ فوراً آجاتا لیکن ہوا یہ جو بلانے گیا تھا وہ اکیلا ہی آگیا۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تجھے ملا نہیں؟ اس نے بتایا ملا تو تھا فرمایا پھر آیا کیوں نہیں۔ اس نے میرا حکم ماننے میں دیر کیوں کی؟ پرندے نے کہا وہاں پرندوں کا مناظرہ ہو رہا تھا اور جس کو میں بلانے گیا تھا وہ مناظرے کا ثالث تھا تو جب میں نے آپ کا پیغام دیا کہ اللہ کے نبی بلا رہے ہیں۔ اس نے فوراً پڑھا کہ اللہ نے فرمایا ہے جب تمہیں کوئی حکم بنائے تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو تو چونکہ میں حکم بنا بیٹھا ہوں تو اللہ کا حکم پورا ہوتے ہی اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مناظروں کا شوق زیادہ ہی ہو گیا ہے۔ پرندوں میں بھی مناظرے ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اتنے میں وہ پرندہ بھی آیا بڑا ڈرتا کانپتا۔ سلیمان علیہ السلام نے ڈانٹا کہ وہاں دیر کیوں کی؟ اس نے عرض کیا حضرت وہاں مناظرہ تھا میں جج اور ثالث تھا۔

سلیمان علیہ السلام مناظرہ کس بات پر تھا؟ پرندہ: مناظرہ اس بات پر کہ منہ افضل ہے یا دبر؟ سلیمان علیہ السلام مسکرائے کہ بیوقوف یہ بھی کوئی مناظرہ ہے کہ منہ افضل ہے یا دبر۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ جو منہ کو افضل کہتا تھا اس کے پاس تو دلائل ہوں گے لیکن دوسرا مناظر جو دبر کو افضل کہتا تھا اس کے پلے بھی کچھ تھا؟ پرندہ: حضرت دلائل دونوں طرف زبردست تھے۔ سلیمان علیہ السلام کیا دونوں طرف زبردست تھے؟ پرندہ: جی دونوں طرف زبردست تھے۔

پرندوں کے دلائل

سلیمان علیہ السلام: مناظرہ کا خلاصہ ذرا سناؤ کہ ہمیں بھی پتہ چلے کیا دلائل تھے۔

پرندہ: پہلے وہ کھڑا ہوا جو منہ کو افضل کہتا تھا اس نے کہا کہ اللہ نے منہ کو اوپر رکھا ہے دبر کو نیچے رکھا ہے۔ یہ اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے اور پھر اسے کہا تجھے تو شرم نہیں آتی اور وہ بیچاری ہر وقت منہ چھپائے پھر رہی ہے۔ جب اسے شرم آتی ہے تو تجھے بھی آنی چاہئے تو خوانخواہ وکیل بنا پھرتا ہے۔

پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ قیامت قریب ہے اور انصاف دنیا میں نہیں رہا اوپر ہونا تکبر کی نشانی ہے، نیچے ہونا تواضع کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں تواضع پسند ہے۔ شیطان تکبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا۔ سلیمان علیہ السلام مسکرائے کہ مناظر تو دونوں زبردست ہیں۔

پھر پہلا مناظر کھڑا ہوا کہ تجھے نہ تو شرم، نہ حیا منہ تو ہزاروں نیکیاں کرتا ہے کلمہ یہ پڑھتا ہے، درود یہ پڑھتا ہے، ذکر یہ کرتا ہے، تبلیغ یہ کرتا ہے اور وہاں سوائے گندگی کے اور کوئی چیز نہیں نکلتی اور تمہیں شرم ہی نہیں رہی کہ کس کو

کس سے افضل کہہ رہا ہے۔ دوسرا پھر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں پہلے ہی رو رہا ہوں اس بات کہ اب دنیا میں انصاف باقی نہیں رہا تو آدمی باتیں کرتا ہے پوری باتیں کر۔ یہ میں مانتا ہوں کہ وہاں گندگی کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا لیکن وہ گندگی ایک لوٹے پانی سے صاف ہو جاتی ہے۔ یہ منہ جو گندگیاں پھینکتا ہے، کبھی رسولوں کو بھونکتا ہے، کبھی اہل بیت رضی اللہ عنہم کو، کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے جو گندگیاں نکلتی ہیں وہ ساری دنیا کے سمندر بھی پاک نہیں کر سکتے۔ قیامت تک کا عذاب قبر بھی پاک نہیں کر سکتا اور اگر وہ گندگی کفر تک پہنچی ہوئی ہے تو دائمی عذاب بھی اس کو پاک نہیں کر سکے گا تو ایک پہلو بیان کرتا ہے دوسرا چھوڑ جاتا ہے۔

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مناظر تو دونوں زبردست ہیں۔ دلائل دونوں کے زبردست ہیں۔ آخر تو نے فیصلہ کیا کیا۔ اس نے کہا میں نے فیصلہ یہ کیا کہ مسلمان کا منہ افضل غیر مسلم یا گستاخ کی دبر افضل خواہ جس قسم کا گستاخ ہو۔

حضرت حکیم الامت کا فرمان غیر مقلدین کے بارے میں

حضرت سے کسی نے پوچھا حضرت! یہ غیر مقلد کیا چیز ہوتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا ان کا پہلا قدم سلف پر بدگمانی اور دوسرا قدم سلف پر بدزبانی ہے۔ حضرت یہ تو بڑا علمی دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا علم ان کا یہ ہے کہ سرقہ ابن حجر سے۔ زبان ابن حزم والی۔ ابن حجر سے سرقہ کر کے ابن حزم والی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ پھر پوچھا حضرت ان کا درجہ کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ ایک آدمی بانسری بجا رہا تھا بجاتے بجاتے پیچھے سے ہوا خارج ہو گئی تو بانسری جلدی سے منہ سے ہٹا کر وہاں رکھ لی کہ پہلے تو ہی بجا لے تو جو خواہ مخواہ درمیان میں ٹوں ٹاں کر رہی ہے تو ہی بجا لے۔ فرمایا مجتہد کی مثال ہے منہ کی غیر مقلدین کی دبر کی ان کی ٹوں ٹاں ایسی ہے جیسے بانسری کے مقابلے میں دبر ٹوں ٹاں کرتی ہے۔ اب خلاصہ یہ نکلا کہ جو سنی ہے اس کا منہ افضل اور جو بھی گستاخ ہے خواہ رافضی ہو یا کافر یا قادیانی ہو یا بدعتی غیر مقلد ہو مماتی ان کی دبر افضل ہے۔

اہل سنت والجماعت کی خوبی

اہل سنت والجماعت کے مذہب کی جہاں اور خوبیاں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس میں گستاخیاں نہیں ہیں۔ باقی جتنے فرقے آپ کو نظر آئیں گے ہر فرقے کی بنیاد کسی کینہ پر ہے کسی کو نبی پاک کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے کسی کو نبی پاک کے اہل بیت رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے۔ کسی کو فقہاء سے، کسی کو محدثین سے، کسی کو صوفیاء کرام سے کینہ ہے۔ ہر فرقے کی بنیاد کینہ پر ہے۔ صرف ایک جماعت ہے اہل سنت والجماعت جس کو کسی سے کینہ نہیں۔ جنہوں نے بھی دین کی خدمت کی اہل سنت کے ہاں سب قابل احترام ہیں۔ اس لئے دنیا میں سب سے زیادہ یہ جماعت پھیلی ہے اور آخرت میں بھی یہی سرخرو ہوں گے۔ آج حضرت تونسوی صاحب رافضیوں کی گالیاں سن سن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو قیامت کے دن حضرت عمر یقیناً حضرت تونسوی دامت برکاتہم کو آوازیں دیں گے، تونسوی ادھر آؤ، آپ کی شفاعت کروں۔ کیونکہ آج میری شفاعت سنی جا رہی ہے۔ آج اگر مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم خارجیوں سے گالیاں سن سن کے بھی اہل بیت کے فضائل بیان کر رہے ہیں تو قیامت کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین، قاضی مظہر حسین صاحب کو بھولیں گے نہیں بلکہ کہیں گے آؤ تم نے گالیاں سن کے بھی ہماری حمایت کی۔ آج ہماری سنی جا رہی ہے۔ آؤ ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں تو یہ سب سفارش کریں گے۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ کا کشف

علامہ شعرانی رحمہ اللہ اپنے کشف کے بارے میں میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ پل صراط پر چار ٹھہرنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں جس طرح پلوں پر ہوتی ہیں اور چاروں جگہوں پر چاروں امام کھڑے ہیں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ) اور اپنے مقلدین کو گزار رہے ہیں اور میدان قیامت میں دیکھا کہ حنفیوں کا حساب ہو رہا ہے امام صاحب پاس کھڑے ہیں تو معلوم ہوا ان حضرات کی سفارش سنی جائے گی۔

اب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارۃ النص ثابت ہوگئی۔ اب شہید کا مرتبہ تیسرے نمبر پر ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ''فاولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (النساء: ۶۹)''

پہلا مرتبہ نبیوں کا ہے دوسرا صدیقین کا تیسرا شہداء کا، چوتھا صالحین کا تو جب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارۃ النص ثابت ہوگئی تو صدیق کی حیات بدلالۃ النص ثابت ہوگئی اور نبی کی حیات پھر اس سے بھی زیادہ اعلیٰ دلالت کے ساتھ ثابت ہوگئی اور جس طرح عبارت النص قطعی ہے۔ اسی طرح دلالۃ النص بھی قطعی ہوتی ہے۔ کیونکہ دلالۃ النص کا مدار علت پر نہیں لغت پر ہوتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں نبی کا لفظ دکھاؤ یہ تو شہید کا ہے۔ جواب یہ ہے کہ نبی کا لفظ دکھانے کی ضرورت نہیں۔ احادیث میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے لیکن قرآن پاک سے بدلالۃ النص نبی ﷺ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔

ایک مماتی مولوی کا قصہ

ایک مماتی مولوی تھا مجھ سے بات کر رہا تھا مجھے کہتا ہے نبی کا لفظ دکھاؤ نبی کا لفظ۔ میں نے کہا شہید کا تو دکھا دیا ہے اور شہید کو یہ رتبہ کیوں ملا ہے؟ صرف نبی کی تابعداری کی برکت سے۔ اگر وہ نبی پر ایمان نہ رکھتا، نبی کی تابعداری نہ کرتا لوگ اس کو شہید کہتے؟ شہادت تو اس کو ملی ہی حضرت پاک ﷺ کی تابعداری کی وجہ سے۔ اس لئے سارے شہداء کی حیات کو اکٹھا کیا جائے تو نبی پاک ﷺ کی حیات ان سب سے اعلیٰ اولیٰ اور ارفع ہے۔ مماتی مولوی کہتا ہے نہیں نبی کا لفظ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں۔

لفظ نبی کا سوال کرنے والا خود پھنس گیا

پھر میں نے کہا تیرا بیٹا پڑھتا ہے اس نے قرآن میں پڑھا ''فلاتقل لھما اف'' (الاسراء: ۲۳) ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کرنا۔ اب وہ مدرسہ سے واپس آئے اور تیرے منہ پر جوتے مارنے شروع کردے تو تو کون سی آیت پڑھ کر اسے روکے گا۔ مماتی مولوی کہنے لگا یہی ''لاتقل لھما اف'' میں نے کہا وہ کہے گا میں اف تو کہہ نہیں رہا۔

ابن حزم کے کمالات

ابن حزم ظاہری نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اف کہنا والدین کو یہ گناہ ہے لیکن والدین کے منہ میں پیشاب کرنا حرام نہیں۔ کیونکہ اللہ کو اف کا لفظ بھی آتا تھا اور پیشاب کا بھی تو یہاں پیشاب کا لفظ اللہ نے استعمال نہیں کیا۔ لیکن وہ تو ظاہری ہے۔ محلی میں لکھتا ہے کہ کوئی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل بھی کرے کہتا

ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے لیکن پاخانہ پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ کیونکہ پاخانے کا لفظ حدیث میں نہیں آیا اور پیشاب بھی براہ راست پڑے۔ اگر برتن میں کر کے ڈال دیا تو ناپاک نہیں ہوگا۔ اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تب بھی ناپاک نہیں ہوا تو گویا پیشاب ناپاک نہیں وہ دھارکم بخت ناپاک ہے اور پھر کہتا ہے وہ اسی کے لئے ناپاک ہے۔ دوسرے اس سے وضو کر سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھولو۔ اس پر لکھتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوگی وہ تو ناپاک ہوگی اگر آپ نے ہاتھ پر گھی رکھا ہے اور کتا چاٹ رہا ہے ساتھ آپ بھی چاٹ رہے ہیں تو یہ ناپاک نہیں۔ کیونکہ یہ برتن نہیں ہے تو اسی طرح ''کان یباشر وھو صائم'' کے تحت لکھتا ہے کہ یہ ماضی استمراری کا صیغہ ہے دوام پر دلالت کرتا ہے روزہ رکھنے کے بعد بیوی سے اتنی مباشرت کرنا کہ فریقین کو انزال ہوجائے یہ سنت اور باعث ثواب ہے اس کی ظاہر پرستی کا عجیب حال ہے۔ میں نے محلی سے پانچ سو مسائل ایسے نکالے ہیں۔

تو اب بات یہ چل رہی ہے کہ اف کہنا تو حرام ہے والدین کو جوتا مارنا بھی حرام ہے یا نہیں؟ اف کہنے سے والدین کو تھوڑا صدمہ ہوتا ہے جب تھوڑا صدمہ پہنچانا حرام ہے تو زیادہ صدمہ پہنچانا بطریق اولیٰ حرام ہے۔ اسی طرح جب شہید کی حیات ثابت ہوگئی تو نبی کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔

احمد سعید چتروڑ گڑھی اور مرزا غلام قادیانی

سعید چتروڑگڑھی سے میں نے مناظرے میں کہا وہ آیت پڑھتا تھا اور مرزے کی طرح غلط ترجمہ کرتا تھا۔ میں نے کہا تو ترجمہ مرزے کی طرح کرتا ہے۔ کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہو جو تو نے لیا ہے۔ اب جب میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو مجھے کہتا ہے کہ اگر اس سے کسی سنی نے حیات ثابت کی ہے تو حوالے دے میں اپنی ناک کٹوا دوں گا۔ اب میں ایک حوالہ پڑھتا اور پھر اس سے پوچھتا کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تاکہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔ اب سعید کے ساتھی بڑے پریشان ہوئے ایک نے تو کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو ہم جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے۔ کیونکہ اس نے آج ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔ میں نے بائیس حوالے پڑھے۔

دلالۃ النص کی دوسری مثال

جنات حضرت پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت انسانوں کو منع فرمادیں کہ یہ ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کریں۔ ان میں ہماری خوراک ہے۔ اب اس سے فقہاء نے بدلالۃ النص مسئلہ یہ نکالا کہ جانوروں کی خوراک سے بھی استنجاء ناجائز ہے۔ کیونکہ ہمیں نظر آتا ہے کہ اسے جانوروں نے کھانا ہے۔ اب جب جانوروں کی خوراک سے ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی مماتی یہ کہے کہ ہڈی اور گوبر کے بارے میں آیا ہے کہ اس سے استنجاء نہ کرو لیکن یہ کہاں آیا ہے کہ پراٹھے سے استنجاء نہ کرو، یہ کہاں ہے کہ حلوے سے استنجاء نہ کرو میں تو حلوے اور پراٹھے سے استنجاء کروں گا یا مجھے حدیث سے لفظ دکھاؤ تو اس قسم کی ضدوں کا نام ان لوگوں نے قرآن رکھا ہوا ہے کرتے ضد ہیں اور کہتے ہیں ہم قرآن مانتے ہیں۔ ان بے چاروں کے پاس اس قسم کی شرارتوں کے سوا اور کوئی بھی چیز نہیں ہے تو شہداء کی حیات بعبارۃ النص ثابت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالۃ النص ثابت ہے۔ اب جب انبیاء علیہم السلام کی حیات قرآن پاک سے بدلالۃ النص ثابت ہوگئی تو اب ان کی یہ بات غلط ہوگئی کہ حیات انبیاء والی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔

چوتھی آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

"وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا" (مریم: ۱۵) یہ آیت مبارکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے جو شہید ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یوم سے مراد پورا زمانہ ہے۔ ایک یہ زندگی، ایک برزخ والی، ایک آخرت والی اس لئے فرمایا "وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا" (مریم: ۱۵) اس زندگی میں بھی سلامتی تو یہ سلامتی جسم اور روح دونوں کی ہے یا صرف روح کی؟ اور قیامت کو جو سلامتی ہوگی دونوں کی ہوگی یا ایک کی؟ تو جو قبر میں سلامتی ہے وہ بھی دونوں کی ہے۔ اس لئے نسائی شریف میں "ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام" بے شک فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری امت کا درود وسلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

یہاں فی الارض یعنی وہ سلام لیتے بھی زمین سے ہیں اور پہنچاتے بھی زمین میں ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ "سیاحین من الارض الی العرش" ہیں "یا من الارض الی علیین" ہیں۔ یہ نہیں فرمایا تو آیت مبارکہ میں بھی ہے کہ "یوم اموت" اس زمانے میں بھی سلام پہنچے گا تو احادیث میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اب بھی سلام پہنچتا ہے اور آپ ﷺ کے روضہ پاک پر بھی ساری دنیا صلوٰۃ وسلام عرض کرتی ہے۔ دوسری حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت پاک ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ کی کھلی زندگی میں درود اس جسم پر پیش ہوتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسئلہ پوچھ لیا اور وہ ہم بعد والوں کے کام بھی آ گیا۔

عرض کیا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو جسم گل سڑ جاتا ہے۔ صحابہ کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ ان کو بھی معلوم تھا کہ درود اسی جسم پر پیش ہوتا ہے جو مرنے کے بعد گلا سڑا کرتا ہے تو حضرت موت تو آپ کو بھی آنی ہے اور آپ ﷺ کی موت بعد فوراً قیامت بھی نہیں آنی تو اب آپ کے امتی قیامت تک درود بھی پڑھیں گے ان کے درود کا کیا بنے گا تو حضرت نے فرمایا: "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء"

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ اب دیکھیں یہ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو زمین میں رکھا گیا کس جسم کا ذکر چل رہا ہے جو غیر نبی کا مٹی کھا جاتی ہے تو مٹی اسی جسم کو کھاتی ہے نہ کہ خواب وخیال والے کو تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی جسم پر مرنے کے بعد درود پیش ہوا کرے گا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے: "والسلام علیٰ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" (مریم: ۳۳) اور احادیث میں یہی ہے کہ جب کوئی میری قبر پر درود پڑھتا ہے تو میری روح کو متوجہ کیا جاتا ہے اور میں اس کے درود وسلام کا جواب دیتا ہوں۔ کیونکہ حضرت پاک ﷺ کی روح اللہ کی یاد میں مستغرق ہوتی ہے۔ جب کوئی درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہیں پھر آپ ﷺ سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

پانچویں آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

"وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون" (زخرف: ۴۵) اللہ تعالیٰ نے حضرت پاک سے فرمایا ہے کہ پہلے نبیوں سے پوچھو کہ ہم نے کبھی کسی نبی کو توحید کے خلاف پیغام دے کر بھیجا ہے؟ سارے نبی ہی توحید کا پیغام لے کر آئے تو اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ شیخ الحدیث صاحب سے فلاں بات پوچھ آئیں۔ آپ کو شیخ الحدیث کا شناختی کارڈ مل گیا۔ آپ تصویر سے جا کر پوچھنے لگے تو کیا واقعتاً یہ پوچھنا

ہے؟ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت پاک کی ملاقات سارے نبیوں کے ساتھ ہوئی اور وہاں آپ ﷺ نے سب نبیوں سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب توحید ہی لے کر آئے۔ اب حضرت پاک کی ملاقات انبیاء سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کاپیوں سے ہوا کرتی ہے؟

آپ ایک مرتبہ مشرف سے ہاتھ ملالیں آپ بڑے فخر سے کہیں گے اور ہر ایک کو بتاتے پھریں گے کہ میری جنرل مشرف سے ملاقات ہوئی ہے اور اگر ٹی وی پر دو گھنٹے اس کی تقریر سن لیں تو آپ اس کا فوٹو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن آپ کسی کو یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے جنرل مشرف سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں جسم مثالی آئے تھے تو میں جواب میں کہتا ہوں جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم مراد ہوتا ہے نہ کہ مثالی۔ پھر حضرت پاک ﷺ کا جسد اطہر اصلی تھا یا نہیں۔ اب یہ بات وہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ حضرت ﷺ کا جسد اطہر اصلی تھا اور آپ ﷺ نے وہاں جماعت کرائی ہے۔ کیا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے کہ مولوی صاحب (یعنی امام) تو اصلی کھڑے ہیں اور پیچھے (مقتدی) ساری فوٹو کاپیاں کھڑی ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے؟ جواب نہیں، جماعت تو اصل جسم سے ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جماعت کروائی ہے اور پیچھے انبیاء علیہم السلام اپنے اصلی اجسام کے ساتھ کھڑے تھے۔

مماتیوں کا اعتراض

اگر انبیاء علیہم السلام اصلی اجسام کے ساتھ کھڑے تھے تو پیچھے قبروں میں کیا تھا؟

جواب: جب حضرت مدینہ سے وہاں پہنچ گئے تو انبیاء قبروں سے وہاں آ گئے تو اس میں کیا حرج ہے اور کون سا استحالہ لازم آ گیا ہے تو اس لئے معراج کی رات حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔

چھٹی آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

''ولقد اٰتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ'' (السجدۃ: ۲۳) اس آیت کی تفسیر میں علماء نے انبیاء کی حیات کو ثابت کیا ہے۔ اب جس موسیٰ علیہ السلام کو تورات ملی وہ جسم مثالی تھا یا جسم اصلی؟ یقیناً جسم اصلی تھا ''وجعلنہ ھدی لبنی اسرائیل'' (الاسراء: ۲) تو موسیٰ علیہ السلام ہدایت کا راستہ دکھاتے ان کو تورات پڑھ کے سناتے وہ مثالی جسم کے ساتھ سناتے یا حقیقی جسم کے ساتھ؟ جس موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی جو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں وعظ فرماتے تھے انہی سے ملاقات کا ذکر کیا گیا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸) پر حدیث موجود ہے: ''حدثنا ھداب بن خالد وشیبان بن فروخ قالا نا حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی وسلیمان التیمی عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت وفی روایۃ ھداب مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور یہ قبر آپ ﷺ نے کہاں بتائی کہ بیت المقدس کے قریب سرخ ریت کا ٹیلہ ہے وہ قبر ہے موسیٰ علیہ السلام کی تو اب کیا ریت کے ٹیلے علیین سجین میں ہوتے ہیں یا اس زمین پر تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبر اسی زمین میں ہوتی ہے نہ کہ علیین سجین میں۔ اسی طرح یہ بھی ہے کہ یہ قبر موسیٰ علیہ السلام کی بیت المقدس کے پاس ہے تو کیا بیت المقدس اس زمین پر ہے یا علیین سجین میں بنی ہوئی ہے۔ یقیناً اس زمین پر ہے تو جو بیت المقدس کے

پاس قبر ہے اس میں جو موسیٰ علیہ السلام کا جسد اطہر ہے وہ خواب خیال والا ہے یا اصلی جسم ہے؟ تو جب آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو پتہ چلا کہ موسیٰ علیہ السلام اسی جسد اطہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں جو قبر میں ہے۔

مرزا قادیانی کا اعتراض

مرزا کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر جب اوپر گئے تو پہچانا نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ آپ خیر المدارس میں مجھے ملے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا کہ ابھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اب اس بات سے کہ انہوں نے پہچانا نہیں کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ انہوں نے نماز نہیں پڑھائی۔ اس نہ پہچاننے سے نماز پڑھانے کی نفی کیسے ہوگئی۔

مثال: میں نے دیکھا کہ علامہ صاحب نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس سے مجھے ان کی زندگی کا یقین ہوگیا لیکن ضروری نہیں کہ ان کا چہرہ اچھی طرح دیکھ لیا ہو اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی۔ کسی نے بتایا علامہ صاحب یہی ہیں۔ اب اس بتانے سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوتی کہ آپ نے علامہ کو نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں۔ اب اس طرح کی باتوں سے یہ لوگ نبی پاک ﷺ کی احادیث کا انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں۔

اب دیکھیں کہ حضرت پاک ﷺ نے دیکھا تو اکیلے موسیٰ علیہ السلام کو کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ لیکن فرمایا سب انبیاء کے متعلق "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون"

ایک واقعہ

میں نے جب گکڑ ہٹہ میں سب سے پہلی تقریر کی تو کبیر والہ سے مفتی عبد القادر صاحب، مولانا مفتی محمد انور صاحب، حضرت تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ سارے حضرات میرے ساتھ گئے تھے۔ میں نے رات کو وہاں تقریر کی۔ اب ان کا جو وہاں صدر ہے اشاعۃ التلبیس والضلالۃ کا وہ کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا آپ جائیں گے نہیں۔ کل مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مولانا انور صاحب مہتمم دار العلوم کبیر والہ یہ گاڑی لے کر گئے ہوئے تھے واپس آکر کتابیں لے گئے۔ میں چونکہ وہیں رہا۔ فجر کے بعد میں نے پھر درس دیا تو ان کے پانچ ساتھ آدمی پیچھے آکر بیٹھ گئے، درس سنتے رہے۔ جب درس ختم ہوا تو وہی حق نواز جس نے مناظرے کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے کل آپ کو مناظرے کا چیلنج دیا تھا لیکن جب سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گنے کے کھیتوں میں چھپ گیا۔ ہمیں مل نہیں رہا۔ ہم ساری رات سوئے بھی نہیں اسے تلاش کرتے رہے مگر وہ نہیں ملا۔ اس لئے اب آپ کو اس کے استاد سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ اس کا نام مولوی اللہ بخش ہے۔

میں نے کہا چلو ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔ اب ہم حق نواز کی حویلی میں چلے گئے۔ اب جتنے آدمی بیٹھے تھے سارے ان پڑھ میں نے کہا بات یہ ہے کہ آپ میں سے عربی کون پڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی بھی نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو میں کیا فیصلہ کرسکیں گے۔ فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تین قسم کے لوگ آپ میں ہوں گے۔ ایک جو میرے ساتھی ہیں وہ مجھے زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں۔ ایک ان کے ساتھی ہیں وہ ان کو زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ کہوں تو درمیان والے بے چارے پریشان ہوں گے کہ پتہ نہیں یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

پھر میں نے کہا یہ دین کی بات علماء دیوبند کی اردو تفسیریں اور حدیث کی کتابوں کے ترجمے موجود ہیں تو میرا خیال ہے کہ بحث اس طریقے سے ہو کہ میرا کام آیت یا حدیث نکال کے دینا ہو اور یہ حق نواز جو اردو پڑھا ہوا ہے یہ پڑھ کے سنا دے۔ آپ سب اس کو اچھی طرح دیکھ لیں اور مولوی اللہ بخش کا کام بھی اتنا ہی ہو کہ یہ آیت یا حدیث نکال کے دے دے۔ یہ ہمارا آدمی سب کو پڑھ کے سنائے گا اور دکھائے گا۔ کوئی جلد بازی بھی نہیں ہے۔ ایک دو آیتیں یا حدیثیں ہو جائیں تو مسئلہ تو حل ہو جائے گا۔ کیونکہ جب آپ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی دلائل موجود ہیں۔ یہ لوگ کہنے لگے یہ تو بہت اچھا طریقہ ہے۔

اب میں نے تفسیر معارف القرآن رکھ لی، ترجمان السنہ رکھ لی۔ میں نے معارف القرآن سے آیت شہداء نکال کے دے دی۔ حق نواز نے پڑھی ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' (الزمر: ۴۲) اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں۔ کیونکہ آیت شہداء کے تحت شہداء کی حیات کا لفظ ہے یہاں تو کسی کا ذکر نہیں۔ پھر میں نے ترجمان السنۃ سے حدیث نکال کر دکھائی ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود عبارت پڑھو۔

دریا خان کا مناظرہ

میں نے جو اپنا عقیدہ دریا خان والے مناظرے کے لئے لکھا تھا اس میں میں نے پچیس کتابوں سے اپنا عقیدہ لکھا تھا اور میں نے کہا تھا دنیا کے جس ملک میں لے جاؤ وہ کہیں گے یہ کتابیں سنیوں کی ہیں اور ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ آپ بھی کسی کتاب سے عقیدہ لکھیں۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ نبی تو کجا صحابی رضی اللہ عنہ تو کجا، تابعی تو کجا، تبع تابعی تو، کجا محدث کجا، فقیہ کجا، کوئی چور زانی ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدس علیہ السلام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک حوالہ بھی یہ قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔

میں نے شجاع آباد میں بھی عنایت اللہ کو یہی کہا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ جلسہ ان کا ہے مجھے بلایا، میں چلا گیا۔ اذانیں مغرب کی ملتان میں ہی ہو رہی تھیں، پہلے میں نے سوچا واپس چلتا ہوں، سکول بھی پہنچنا ہے چھٹی نہیں لی۔ پھر سوچا کہ چلو پہلی تقریر کر کے آجاؤں گا۔ جب میں وہاں گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ پہلے کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کریں آخر میں آپ کی تقریر ہو گی۔ میں نے پوچھا پہلے کن کی ہے۔ انہوں نے کئی نام لئے اور عنایت اللہ شاہ کا نام بھی لیا۔ میں نے کہا یہ آپ نے اپنا جلسہ خراب کر لیا ہے۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے اور وہی اس نے بیان کرنا ہے۔ اس کے بعد غیر مقلد مجھے اس مسئلے کے بارے میں چٹیں دیں گے اپنی جان چھڑانے کے لئے تو بہتر یہ ہے کہ عنایت اللہ کو آپ کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لیں۔ تقریررات کو نہ کریں۔

عنایت اللہ شاہ نے کہا نہیں میں تقریر کروں گا اور اسی وقت کروں گا اور اسی مسئلہ پر کروں گا۔ خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی کہ سارے نبی اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم، سارے تابعین، سارے تبع تابعین، سارے فقہاء، اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے۔ ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ میں تو

اندر لیٹا ہوا تھا چار پانچ نوجوان اندر میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے سن رہے ہیں، میں نے کہا سن رہا ہوں، میں نے لیٹے ہوئے کہا کہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کوئی آدمی اس عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔

عنایت اللہ شاہ گجراتی کا مناظرے سے فرار

انہوں نے کیا کیا یہ بات لکھ کر نیچے میرا نام لکھ کر چٹ اس کے پاس بھیج دی۔ مجھے اس وقت پتہ چلا جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا۔ اب رقعہ پڑھنے کے بعد عنایت اللہ شاہ کو نبی اور صحابی تابعین اور تبع تابعین سارے بھول گئے اور کہا ایک آدمی ہے جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا وہ ہے ابن عبدالہادی حنبلی جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا جس نے الصارم المنکی لکھی ہے۔ اب چونکہ اس نے میرا نام لے لیا تھا۔ پھر میں نے خود چٹ لکھی۔ میں نے کہا اب نبی اور صحابہ آپ کو بھول گئے صرف ایک نام پیش کیا ہے۔ چلو اسی پر فیصلہ کرلو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں مانتا ہوں۔ آپ بھی دستخط کریں۔ وہ تو کہتا ہے کافر مرد ے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ وہ میرا ساتھی ہے وہ تو تمہارے دستور کے مطابق اشاعۃ التوحید والسنہ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا۔ جب میری چٹ پڑھی تو کہا کہ مناظرہ علماء کا کام ہوتا ہے میں تو طالب علم ہوں۔

آخر جھگڑا کیا ہے؟

جھگڑا یہ ہے کہ یہ موت ہے اور یہ قیامت ہے اس کے درمیان میں کیا ہے۔ اتنا جھگڑا ہے سارا تو یہ پہلے تو ادھر والی آیتیں پڑھا کرتے تھے "کل نفس ذائقة الموت" (العنکبوت:۵۷) حالانکہ یہ تو ان کے لئے پڑھو جو کہیں کہ موت نہیں آئی جو موت کے آنے کے بعد حیات کا قائل ہے۔ اسے تو یہ آیتیں سنانا غلط ہے۔ اب جوان کے نئے مناظر اٹھے ہیں۔ وہ ادھر (قیامت کی طرف) چلے گئے اور کہا "واذالنفوس زوجت" (التکویر:۷) اور ترجمہ کیا روحیں جسموں کے ساتھ قیامت کے دن ملائی جائیں گی۔ حالانکہ مرفوع حدیث میں اس کی تفسیر آ چکی ہے کہ جوڑے بنائے جائیں گے، چور الگ کھڑے ہوں گے، زانی الگ کھڑے ہوں گے "واذالنفوس زوجت" کا یہ مطلب ہے۔

البتہ مفسرین کئی احتمالات نکالتے ہیں ایک احتمال یہ بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد روحوں کو جسموں سے ملایا جانا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دیکھیں جب آپ نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو "الحمد لله الذی رد الیّ روحی ولم یمسکها فی منامی" پڑھتے ہیں تو کیا جب آپ سو گئے تھے روح کا تعلق جسم سے نہیں تھا۔ تعلق تھا لیکن اب آپ کہہ رہے ہیں کہ خدا نے روح لوٹا دی تو مطلب یہ ہے کہ اس وقت روح کا تعلق "ولکن لا تشعرون" کی مد کا تھا۔ چھپی حیات تھی تو جیسے نیند کی چھپی حیات سے بیداری کی کھلی حیات کی طرف آنے کو رد روح کہا گیا ہے۔ اسی طرح قبر کی چھپی حیات سے قیامت کی کھلی حیات کی طرف آنے کو بھی رد روح کہا گیا ہے۔ اس میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ بالکل لیکن یہ بے چارے کبھی ادھر کو جاتے ہیں کبھی ادھر کو، جھگڑا تو ہے درمیان والا اس میں وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ اصل مسئلہ جو ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پلے کچھ نہیں ہے۔

مماتیوں کا حملہ

میں نے جہلم کے جلسے پر تقریر کی، پھر گجرات میں آیا گجرات والے کہنے لگے آپ یہاں بھی درس دے

دیں۔اب سارے ساتھی تو جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے یہاں ساتھی بہت کم تھے۔انہوں نے دیکھا کہ مجمع تھوڑا ہے تو عنایت اللہ شاہ نے گیارہ آدمی مجھ پر حملے کے لئے بھیج دیئے۔اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ یہ جو حدیث آتی ہے مسند احمد میں کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ کا روضہ میں دفن تھا اور میرے والد کو تو میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں دفن ہوئے ہیں تو پھر میں پوری طرح سنبھل کے آتی ہوں۔عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے۔کہتے ہیں کہ یہ جو حدیث ہے یہ جھوٹی ہے،جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اماں جی ایسی جاہلانہ بات نہیں کہہ سکتیں۔جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہوسکتی ہے وہ دو پٹے سے بھی پار ہوسکتی ہے۔یہ بالکل حماقت والی بات ہے۔اماں جی بھی ایسے نہیں فرماسکتیں۔

میں نے کہا لوہا کتنا موٹا ہو اس سے بجلی گزر جاتی ہے۔لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی۔کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھ دی ہے۔اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے۔

ایک پروفیسر بھی تھا وہ کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا اس نے کہا جس انداز سے آپ نے یہ حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے آئے ہوئے ہیں ہمارا مشن یہی ہے۔لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں یہ مسئلہ ہمیں سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہ گیا۔

عنایت اللہ شاہ کا فرار

لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں۔اس لئے اس جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کچھ بہانہ چاہئے تو اگر آپ شاہ صاحب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بالمشافہ بات کرلیں تو پھر ہم مان جائیں گے اور اعلان کردیں گے کہ آپ کی بات صحیح نہیں۔ان کی بات صحیح ہے۔اس لئے ہم جماعت سے نکل رہے ہیں تو میں نے گھڑی دیکھی تو میں نے کہا کہ میں اپنے سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں،ان چار گھنٹوں کے اندر اندر اگر آپ بات کراسکتے ہیں تو کرالیں۔کیونکہ پھر میں نے جانا ہے۔

اب ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ واپس آئے اور کہا ہم نے شاہ صاحب سے گزارش کی تھی لیکن انہوں کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اس لئے میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو مولانا عبد اللہ درخواستی کو لاؤ یا مولانا قاضی مظہر حسین کو لاؤ یا مولانا سرفراز خان صفدر کو لاؤ اور کسی سے بات کرنے کے لئے میں بالکل تیار نہیں ہوں۔ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آجائے گا۔مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے اور جس انداز میں آج اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے۔اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں کوئی عقلی شبہ باقی رہ گیا ہے نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا۔لیکن عنایت اللہ نے انکار کردیا۔پھر وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے اور کہا اب ہم ان کو یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں۔تو اس قسم کے ڈھکوسلے ان کے پاس ہوتے ہیں۔ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسے ملحدین کیا کرتے ہیں۔

ایک ملحدانہ سوال

جب میں ساؤتھ افریقہ گیا تو ایک آدمی وہاں آگیا اور کہا آج کل لوگ مرتے وقت وصیت کر جاتے ہیں

کہ میری آنکھ فلاں کو دے دینا ڈاکٹر نکال کر دے دیتے ہیں۔ اب اس آنکھ کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں اور اس کو بالکل محسوس نہیں ہو رہا۔ میں نے کہا وہ برزخ کا عذاب ہے اسے کیا پتہ چلے گا جو اس کے سامنے ہے اس کو اس کا پتہ نہیں کہ اس کے پیٹ میں کیڑے پیدا ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے دوائی دی اس نے پی لی پتہ نہیں کیڑوں پر کیا گزر رہی ہے۔ کتنے مر رہے ہیں کتنے تڑپ رہے ہیں۔ لیکن ان کے تڑپنے سے ان کو کوئی احساس ہو رہا ہے تو اس کے پیٹ میں جو کیڑوں کو عذاب ہو رہا ہے وہ مر رہے ہیں تڑپ رہے ہیں اس کو تو ان کا بھی عذاب نہیں محسوس ہو رہا تو جس پر اللہ تعالیٰ نے برزخ کا پردہ ڈالا ہوا ہے وہ اس کو کیسے محسوس ہوگا۔

دوسرے ملحد کا سوال

ایک آدمی کہنے لگا میری بکری نے جب بچہ دیا میں اسی وقت لے کر قبرستان چلا گیا کہ بلکتا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا ساری باتیں تیری جہالت کی ہیں یہ جانور چونکہ روز سنتے ہیں تو ان کی عادت ہو جاتی ہے ان کو بلکنے کی ضرورت نہیں رہتی اور تو یہ سمجھتا ہے کہ قبرستان وہی ہے جہاں قبریں نظر آ رہی ہیں۔ تجھے کیا پتہ کہ یہاں کتنی قبریں ہیں، اس جہاں میں کتنی قبریں بن چکی ہیں اور کتنی بنیں گی۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک ایک جگہ سے ستر ستر مردے اٹھیں گے۔ پوری زمین قبرستان ہے۔ اب جانور جب ہر وقت سنتے ہیں تو ان کی عادت بن جاتی ہے اس لئے بلکتے نہیں۔

ایک مثال: ہمارے اوکاڑہ میں ایک کپڑے کی مل تھی ایک ساتھی وہاں سیر کے لئے لے گیا اتنا اس میں آواز اور شور تھا میں تو وہاں سے پیچھے بھاگا کہ یہاں تو کان ہی بند ہو جائیں گے۔ وہ کہنے لگا آخر یہ اتنے لوگ بھی تو کام کر رہے ہیں وہ پھر مجھے پکڑ کے لے گیا۔ میں دیکھتا رہا بالکل نصف جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کبوتری انڈوں پر بیٹھی ہے۔ اب جس آواز سے میں گھبرایا تھا اسے کچھ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ تو روز سنتی ہے تو یہ جانور جو آواز سنتے ہیں۔ یہاں سے بھی سنتے ہوں گے پتہ نہیں یہاں کتنی قبریں ہیں اور کتنوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب اس طرح کی باتوں سے قرآن و حدیث کا انکار کرنا مسلمانوں والا ذہن نہیں ہے۔ ملحدوں والا ذہن ہے۔

مماتیوں کا اعتراض

مماتی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام سو سال لیٹے رہے اور انہیں پتہ نہیں چلا کہ کتنے دن میں یہاں رہا ہوں۔ کسی بات کا کوئی پتہ نہیں تھا اس سے پتہ چلا کہ نہ تو نبی سنتے ہیں نہ ان کو کسی کا علم ہوتا ہے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں اور کوئی تفسیر نہیں مانتے تو قرآن میں اس واقعہ میں کہیں عزیر علیہ السلام کا نام ہے؟ قرآن میں اس مقام پر عزیر علیہ السلام کا نام ہے ہی نہیں۔ یہ واقعہ کس کے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں نو قول ہیں کوئی کہتا ہے کافر سے متعلق ہے، کوئی کہتا ہے کسی نیک آدمی کے متعلق ہے، کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام سے متعلق ہے، کوئی کسی دوسرے نبی سے متعلق کہتا ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ جن مفسرین سے عزیر علیہ السلام کا نام لیا انہی مفسرین کی تفسیروں میں حیات کا عقیدہ موجود ہے اور کسی مفسر نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حیات اور سماع کا مسئلہ چھیڑا ہی نہیں۔ آخر کیوں نہیں چھیڑا؟

دوسری بات یہ ہے کہ کیا عزیر علیہ السلام نبی ہیں۔ کہیں قرآن میں لکھا ہے کہ عزیر نبی ہیں؟ ابوداؤد میں

حدیث موجود ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کوئی پتہ نہیں کہ عزیر نبی ہیں یا نہیں؟ تبع نبی ہے یا نہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا نبی ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے ثابت ہے جو در مختار اور حاکم میں ہے کہ وہ نبی تھے۔ بنی اسرائیل کی بائبل میں جس طرح دوسرے نبیوں کے صحیفے ہیں ایک عزیر علیہ السلام کا صحیفہ بھی ہے تو بنی اسرائیل عزیر علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔ اس لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں، لیکن اس بات پر توجہ کریں کہ جو نبی مانتے ہیں وہ اس واقعہ کو اس کے متعلق نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہے جب بخت نصر نے بیت المقدس کو لوٹ لیا۔ بیت المقدس پر ہل چلوا دیئے اور سارا شہر تباہ کر دیا۔

اسی وقت ایک آدمی جا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ بستی کیسے آباد ہوگی۔ کیونکہ بخت نصر ستر ہزار قیدیوں کو لے گیا۔ بائبل میں یہی لکھا ہے کہ عزیر علیہ السلام ان ستر ہزار قیدیوں میں تھے۔ وہ تو پیچھے رہے ہی نہیں کہ آ کر یہ کہیں کہ یہ بستی کس طرح آباد ہوگی۔ اس کے بعد جب ذوالقرنین نے حملہ کیا اور بخت نصر کے بیٹے کو شکست ہوئی اس کے بعد عزیر علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ دانیال اور عزیر اور یرمیاہ علیہم السلام نے بہت دعائیں کیں کہ یا اللہ یہ مصیبت بخت نصر والی ٹل جائے۔ انہیں پھر ذوالقرنین دکھائے گئے کہ یہ آدمی آئے گا تمہاری نجات کے لئے۔ چنانچہ بخت نصر تو بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ دانیال کی کتاب میں سارا قصہ مذکور ہے۔ پھر بخت نصر کے بیٹے کو ذوالقرنین نے قتل کیا اور ان کو آزاد کروایا۔

تو خلاصہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو عزیر علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں جس کتاب میں یہ مذکور ہے کہ عزیر علیہ السلام نبی ہیں اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ واقعہ ان کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ کہ سو سال آدمی لیٹا رہا اس وقت پیش آیا جب حضرت عزیر علیہ السلام قید میں تھے۔ اس لئے اس واقعہ سے کسی نبی کا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض ہم مان لیں کہ یہ واقعہ عزیر علیہ السلام سے ہی متعلق ہے اور عزیر علیہ السلام نبی ہی ہیں تو کسی مفسر نے بھی اس آیت کے نیچے نہ حیات کا مسئلہ چھیڑا ہے نہ سماع کا، کیوں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت تو ایک آنی چیز ہے اور یہ موت موت اجل نہیں تھی جس کے بعد انسان دنیا میں نہیں آتا۔ بعض واقعات قرآن میں ایسے ہیں جن میں کسی پر وقتی موت آئی ہے بعد میں زندہ ہو کر پھر آباد رہے ہیں تو ایسے جو لوگ ہیں ان پر جو وقتی موت آتی ہے اس موت کے بعد ان پر برزخ کے اعمال بالکل نہیں پیش کئے جاتے تاکہ ان کا ایمان بالغیب ختم نہ ہو۔

پہلے پارے میں ہے کہ ستر آدمی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے "ارنا اللہ جھرۃ" ہمیں اللہ دکھا تو یہ ستر کے ستر مر گئے۔ پھر زندہ ہوئے۔ اسی طرح دوسرے پارے میں ہے "الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم" (البقرۃ: ۲۴۳) ستر ہزار یہ مرے۔ اب انہوں نے نہ عذاب وثواب قبر بیان کیا نہ روح کا نہ جسم کا۔ اس لئے کہ ان حضرات نے چونکہ دوبارہ دنیا میں آ کر رہنا تھا اور اس لئے کہ ان کا ایمان بالغیب ختم ہو جائے گا۔ ان چیزوں پر اس لئے ایسے لوگ جن پر ایسی موت آتی ہے جو موت اجل نہ ہو اور انہوں نے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں زندگی گزارنی ہے ایسے لوگوں پر برزخ کے عذاب پیش کئے ہی نہیں جاتے۔ اس لئے "اماتہ اللہ مائۃ عام" (البقرۃ: ۲۵۹) موت تو وقتی چیز ہے۔ لیکن ان کو سو سال دی جب روح کا تعلق قائم ہوا ہی نہیں برزخ کا سوال وجواب برزخ کے احوال پیش ہی نہیں آئے تو اس مسئلے میں اس واقعے سے استدلال کی گنجائش نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تقریباً دو لاکھ تفسیریں لکھی گئی ہیں کسی تفسیر

میں کسی مفسر نے اس آیت کے نیچے یہ مسئلہ نہیں چھیڑا۔ کیونکہ یہ واقعہ خرق عادت ہے اور خرق عادت والے واقعات سے عادات والے مسائل ثابت نہیں کئے جاتے۔ دیکھو سو سال میں کیا ہوا حضرت کا جسد اطہر باہر ہی پڑا رہا۔ لیکن کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ ورنہ یہ ناممکن ہے کہ انسانی لاش کسی انسان کو نظر آئے اور وہ باہر پڑی رہنے دے تو یہ بھی خرق عادت ہے کہ جسم پڑا ہے اور کسی کو نظر نہیں آ رہا نہ کسی کے بارے میں ذکر ہے کہ اس نے کہا ہو میں نے ان سو سال میں آپ کا جسم دیکھا اور میں گیا اور میں نے سلام عرض کیا تھا جیسے قبر پر عرض کرتے ہیں۔ پھر کسی نے پوچھا ہو کہ میرا اسلام آپ نے سنا تھا یا نہیں سنا تھا۔

اب سو سال بارشیں بھی ہوئیں، آندھیاں بھی چلیں، لیکن کھانے میں ذرا بھی فرق نہیں آیا نہ کوئی مٹی پڑی تو یہ واقعہ چونکہ سارے کا سارا خرق عادت ہے اس لئے اس کا اس مسئلے کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک مفسر نے اس آیت کے نیچے اس مسئلے کو چھیڑا ہی نہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں بالفرض ہم ان کی ساری باتیں مان لیں کہ ان پر احوال برزخ پیش کئے گئے تو آپ کس طرح کہتے ہیں کہ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہتے ہیں: ''یوما او بعض یوم'' کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ معلوم نہیں تھا تو جواب یہ ہے کہ جب آپ مانتے ہیں کہ برزخ کے احوال پیش ہوئے تو یوم بھی برزخ کا ہوگا جو پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے تو اس لئے کہا: ''یوما او بعض یوم'' یہ دنیا والا تو مراد نہیں ہوگا اور آخرت کے سو سال اس دنیا کا بعض یوم ہی بنے گا۔ کیونکہ برزخ کا یوم کم از کم ہزار سال کا ہے اور زیادہ پچاس ہزار سال کا ہے تو اس بات میں ہم مان بھی لیں سب مفسرین کے خلاف کہ واقعی احوال برزخ بھی پیش ہوئے۔ ان کے پاس فقرہ تو یہی ایک ہی ہے: ''یوما او بعض یوم'' اسی کو لے کر بیٹھے ہیں تو جب آپ مانتے ہیں کہ احوال برزخ پیش ہوئے تو برزخ کا دن ہزار سال کا ہوتا ہے تو یہاں کا سو سال برزخ کا بعض یوم ہی ہوگا۔ ہم تو ان کی ہر غلط بات بھی مان رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی دلیل بنتی نہیں، نہ عدم سماع کی دلیل بنتی ہے نہ کسی اور چیز کی۔

سوال: کیا حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب مماتی ہیں؟

مفتی نظام الدین شامزئی اور مفتی عبدالرحیم کے بارے میں سنا ہے کہ دونوں مماتی ہیں۔ مماتی ان کی بہت حمایت بھی کرتے ہیں اور یہ ان کے جلسوں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

مفتی نظام الدین کا فتویٰ تو ہمارے پاس پہنچا ہے جس میں انہوں نے حیات کا قول فرمایا ہے جس زمانے میں میں بنوری ٹاؤن تھا اس زمانے میں ان کا عجیب انداز تھا کہ وہ نہ حیات پر دستخط کرتے نہ انکار حیات پر۔ مفتی احمد الرحمن صاحب نے ایک دن ان کو کہا کہ آپ علماء کی مجلس میں بیٹھیں تو سہی۔ آپ کے پاس جو ہے ہمیں بھی سنائیں کہ آپ کے پاس کیا چیز ہے تو انہوں نے کہا جی میرے کچھ تفردات ہیں ان پر فتویٰ نہیں دیتا۔ لیکن جب ان کی اس خاموشی کی وجہ سے ان کے خلاف پروپیگنڈہ زیادہ ہوا تو مفتی احمد الرحمن صاحب نے جو مہتمم تھے دارالافتاء والوں کو کہہ دیا تھا کہ جو سوال مماتیوں یا غیر مقلدین کی طرف سے آئیں اس کا جواب حضرت مولانا امین صاحب کو لکھنے کے لئے دیا کرو۔

ایک فتویٰ حیات کے مسئلے پر آیا میں نے آٹھ صفحات پر اس کا جواب لکھا اور مفتی صاحب چونکہ تخصص فی الفقہ کے انچارج تھے۔ میں نے ان کے خاص شاگرد کو کہا کہ یہ حضرت کو پڑھانا ضرور ہے۔ اس کو فوٹو سٹیٹ دیا تین چار دن بعد ملاقات ہوئی تو اتنا فرمایا کہ بہت سے شبہات دور ہو گئے۔ تفصیلی بات نہیں ہوئی۔ میں نے کوشش ہی نہیں کہ اس پر

بات زیادہ ہو جب شہرت زیادہ ہو گئی تو انہوں نے بیعت کر لی مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی۔ وہ فتویٰ جو میرے پاس ہے مولانا لدھیانوی کا ہے۔ لیکن مولانا شامزئی صاحب کے اس پر دستخط ہیں۔ میرے پاس ان کا فتویٰ ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب مماتی نہیں ہیں

رہے مولانا رشید احمد صاحب تو وہ مماتی نہیں ہیں لیکن ان کا یہ انداز ہے کہ اتنی تفصیل میں نہیں جانا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں میں حیات کا قائل ہوں تو مان لینا چاہئے۔ چونکہ اس جماعت کی جب کوئی بات نہیں بنتی تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں میں حیات کا قائل ہوں تو اس لئے وہ مفتی صاحب ان کی اس بات سے متاثر ہیں وہ کہتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو پھر کیوں انکار کرتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب سے میری اس موضوع پر بات نہیں ہوئی کیونکہ میں ان چوروں کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ جب بھی تمہیں یہ کہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو ان سے کہو کہ حیات والی آیت پڑھو تو پھر پڑھتے ہیں: ''انک میت وانھم میتون'' (الزمر: ۳۰) حیات والی حدیث نہیں پڑھیں گے تو یہ حیات کا لفظ جان چھڑانے کے لئے کہیں گے۔

اور کچھ بھی نہیں چونکہ مفتی صاحب کے پاس عبدالرحیم ہے اس کا بھائی تو پکا مماتی ہے۔ اس کا ہمیں پتہ نہیں۔ اس لئے جب وہ کہتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو مفتی صاحب کے ذہن میں یہی بات ہے۔ بڑے بڑے لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔

دیوبند کے مفتی احمد سعید مدظلہ سے گفتگو اور فتویٰ کی حقیقت

دیوبند کا فتویٰ ہے جو الخیر کی پہلی جلد میں چھپا ہوا ہے تو اس کے آخر میں ایک ورق تھا جس میں مفتی احمد سعید صاحب نے لکھا تھا کہ ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کہا نہیں ہوتی۔ مفتی احمد سعید صاحب پالن پوری نے لکھا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے تو تین چار سال پہلی بات ہے۔ ربوہ کانفرنس پر تشریف لائے۔ مولانا احمد سعید صاحب میرا چونکہ جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد درس ہوتا ہے۔ مفصل درس کے بعد مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے مجھے بتایا کہ مولانا مفتی احمد سعید دیوبند سے تشریف لائے ہوئے اور ان سے بات کرنی ہے۔ جب حضرت تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ دو مسئلے انڈیا کے ہمارے پاس چل رہے ہیں۔ ان دونوں پر مولانا احمد سعید صاحب کے دستخط موجود ہیں۔

ایک یہ کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے فرمایا وہ میرا نہیں ہے۔ وہ ایک مودودی ہے اس کا ہے۔ میں نے کہا ایک یہ کہ منکر حیات النبی ﷺ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ فرمایا وہ میرا ہے میں نے کہا آپ نے کیسے لکھا ہے۔ مولانا صاحب اس بات سے تھوڑے غصے میں آگئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم اتنا تشدد کیوں کرتے ہو کہ جب یہ فتویٰ آیا تو سب سے پہلے مجھے مولانا سرفراز احمد صاحب کا خط گیا کہ آپ فتویٰ پر نظر ثانی کریں۔ میں نے پھر مفتی صاحبان کے سامنے فتویٰ رکھا تو سب نے کہا ٹھیک ہے تو چھ ماہ بعد مولانا صاحب نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ آپ نے اس مسئلے پر نظر ثانی کیوں نہیں کی۔ ہمارے ملک میں آپ کا یہ فتویٰ فتنہ بن گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ لوگ ضد کیوں کرتے ہیں۔

آپ کو پتہ ہے کہ اختلاف کیا ہے ہمارا اور ان کا تو پھر فرمایئے کہ یہی موت کے معنی میں اختلاف ہے کہ آں حضرت ﷺ کو موت آئی، ان کے حبس روح سے تھی یا خروج روح سے تھی۔ میں نے کہا ہمارا یہ اختلاف نہیں ہے۔ اس میں کوئی جو بھی معنی مانے اس کو ہم دیوبندی کہتے ہیں، سنی کہتے ہیں، حنفی کہتے ہیں، میں نے کہا اگر یہ تعلق تلبس روح سے حیات مانے پھر بھی ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے یا تعلق روح سے مانے بھی پھر کہتے ہیں ٹھیک ہے۔

کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں؟ حیات ہے ہی نہیں یا روح کا تعلق جسد عنصری سے نہیں مانتے؟ میں نے کہا نہیں مانتے۔ انہوں نے کہا یہ بات ہے میں نے کہا یہی بات ہے۔

انہوں نے کہا ہمیں اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں تو یہ عقیدہ ان کا بالکل غلط ہے اور پوری امت کے خلاف ہے۔ ہم یہاں یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں جھگڑا یہ پڑا ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جب موت طاری ہوئی ہے۔ موت خروج روح سے ہوئی ہے یا حبس انقباض روح سے ہوئی ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کہتے ہیں جو میں نے خود بیان کیا ہے۔ وہ دوسروں کو مجبور نہیں کرتے کہ اس کو مانو اس لئے میں نے کہا کہ میں بالکل لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔

بلکہ اگر کوئی تعلق روح سے مانے جیسے قاری لطیف صاحب کی عبارت میں ہے کہ کوئی تلبس روح سے مانے یا تعلق روح سے ہم تو تشدد نہیں کرتے ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے تو اصل میں بہت سے حضرات کو اس نقطہ اختلاف کا پتہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ تم دنیوی مانتے ہو ہم برزخی۔ یہ چکر ان کا ہے تم جسمانی مانتے ہو ہم روحانی مانتے ہیں۔ یہ سب چکر بازی ہے۔

پہلا مناظرہ

جب دوبیلی میں سب سے پہلا مناظرہ طے ہوا علامہ ڈاکٹر مولانا خالد محمود صاحب، مفتی عبدالشکور ترمذی، قاضی ظہور حسین صاحب، مولانا سرفراز خان صاحب نے میرا نام مناظر کے لئے دے دیا۔ حالانکہ ہمارے ضلع میں کبھی ایسا مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا نہ مجھے پتہ تھا کہ کیا اختلاف تھا؟ ان سب نے مل کر مجھے خط لکھ دیا کہ تیرا نام دے دیا ہے تیار ہے تو ٹھیک ورنہ دو دن پہلے یہاں آجاؤ۔ میں تیاری کرا دوں گا۔ اتفاقاً یہاں دو دن پہلے لڑائی ہوگئی، غیر مقلدوں سے۔ میں عین مناظرے کے دن پہنچا مناظرہ بند ہوگیا۔ انہوں نے البتہ شور بہت مچایا کہ امین بھاگ گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس مسئلے پر تیاری کرنی چاہئے۔ لیکن مجھے خود پتہ نہیں تھا کہ نقطہ اختلاف ہے کیا۔ نقطہ اختلاف جو بعد میں میں نے بھاگ دوڑ کی وہ یہ ہے کہ:

اختلاف کی حقیقت

جیسے معراج جسمانی، معراج کے مسئلے میں جسم کے ساتھ معراج کو ماننا معراج ہے جسم کے بغیر معراج کا انکار ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام میں اسی کی حیات ماننا کہ جسم حیات ہے اور کسی اور جسم کے ساتھ ماننا حیات نہیں ہے۔ یہ لوگ اس جسم میں حیات نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں صرف روح حیات ہے اور یہ حیات کا انکار ہے۔ کبھی اس کا نام حیات برزخی رکھ لیتے ہیں، کبھی روحانی رکھ لیتے ہیں۔ اب پہلی کتابوں میں روحانی کا لفظ آجائے تو بڑے خوش ہوتے ہیں کہ وہ

ہمارے عقیدے کا ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ ہے۔ دیکھو پوری بات یہ ہے کہ وہ اس اعتبار سے حیات دنیوی ہے کہ دنیاوالا جسد اطہر فائز الحیاۃ ہے۔ دنیوی کہنے کا صرف اتنا مطلب ہے۔ اس اعتبار سے برزخی ہے کہ ہم سے وہ چھپی ہوئی ہے۔

اگر معاذ اللہ روضہ مبارک یوں کھل جائے تو آنحضرت ﷺ ہمیں آرام فرماتے نظر آئیں گے، ہوسکتا ہے وہ رکوع میں ہوں یا سجدے میں اور روحانی اس لئے ہے کہ انوار تجلیات پہلے روح پر آرہی ہیں پھر جسم پر۔ پھر روح کے واسطے سے جسد اطہر متاثر ہورہا ہے۔ اس لئے جس زمانے میں یہ مسئلہ زیادہ چھڑا ہوا نہ تھا اس زمانے میں کچھ لوگ مجمل باتیں لکھ جاتے تھے۔ اب پہلے زمانے میں آپ کو معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ کہیں نہیں ملے گا۔ کیونکہ کوئی انکار کرتا ہی نہیں تھا۔ جسمانی معراج کا جب انکار ہونے لگا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب تک ہم جسمانی کا لفظ نہیں لگائیں گے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ پہلے ختم نبوت کا مسئلہ صرف اتنا ہی تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن اب مرزے نے شرارت کی کہ مسیح علیہ السلام کا انکار ہوجائے گا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اگرچہ پہلی کتابوں میں پیدا کا لفظ نہیں ہے۔ لیکن عقیدے کی حفاظت کے لئے آج یہ لفظ کہنا ضروری ہے۔ اس لئے جب یہ باتیں نہیں چھڑی تھیں تو کسی نے کہہ بھی دیا ہو تو چنانچہ جیسے مجھے مولانا زرولی خان صاحب مدظلہ نے دکھایا کہ ابن حجر عسقلانی نے کئی جگہ تو حیات جسم کی لکھی ہے اور کئی جگہ انکار کردیا ہے۔ جسم کی کھلی حیات کا انکار ہم بھی کرتے ہیں کہ اس طرح کی کھلی حیات نہیں ہے تو دیکھیں کہ جیسے اس کو حیات جسمانی کہتے ہیں تو کیا روح کا تعلق نہیں ہے جسم کے ساتھ؟ یقیناً ہے اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے حالات روح پر آتے ہیں۔ اب ہم کہہ دیں کہ یہ جسمانی ہے روحانی نہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کے بارے میں کہہ دے کہ روحانی ہے جسمانی نہیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں اس مسئلے پر اتنی الجھن نہیں تھی۔ اب ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ دنیاوالا جسد اطہر فائز الحیاۃ ہے۔ اس اعتبار سے اور ان احوال سے وہ حیات جسمانی ہے۔ دوسرے اعتبار سے حیات برزخی ہے کہ ہم سے اس کے احوال پردہ میں ہیں۔ اس اعتبار سے روحانی کہتے ہیں کہ پہلے وہاں انوار اور تجلیات روح پر نازل ہوتے ہیں اور روح کے واسطے سے جسم پر پہنچتے ہیں۔ اب ہم پورا عقیدہ بیان کرتے ہیں تاکہ کسی دھوکہ باز کو دھوکہ دینے کی گنجائش نہ ہو۔

دوسرا اعتراض

یہ کہ شہداء کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی کہ جو کہتے ہیں اے اللہ ہماری روح کو دوبارہ ہمارے جسموں میں لوٹا دے۔ لیکن شہداء کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی روحیں اس جسم عنصری میں نہیں ہیں اور وہ تمنا کریں گے کہ ہماری روحوں کو ان جسموں میں لوٹا دیا جائے۔ اگرچہ ایسے نہیں ہوگا ''ان ترد ارواحنا فی اجسادنا'' (مشکوۃ شریف) اور مسلم شریف میں موجود ہے۔ یہ پہلا اعتراض ہے۔ دیکھیں یہاں جو ان کا سوال ہے وہ کیا ہے جواب سوال کے مطابق ہے۔

جواب: کہ ہماری روح اس طرح لوٹائی جائے کہ ہم پھر جائیں اور جاکر جہاد کریں کہ جب ہی وہ آکر شہید ہوں گے کہ کھلی حیات سے آئیں۔ کافران کو دیکھیں اور وہ کافروں کو تو اس کھلی حیات سے جسموں کا تعلق روحوں سے ہم بھی نہیں مانتے۔ میرے سامنے مولوی حق نواز صاحب بیٹھے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ میں نے مولوی حق

نواز صاحب کو نہیں دیکھا تو یہ بات غلط ہے، میں نے دیکھا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے مولوی حق نواز صاحب کو تقریر کرتے نہیں دیکھا اب یہ نہ دیکھنا تقریر کے متعلق ہے۔

جیسے "ماجاءنی زید راکبا" یعنی زید میرے پاس سوار ہو کر نہیں آیا۔ اس میں زید کے آنے کی نفی نہیں ہے۔ اس کے سوار ہو کر آنے کی نفی ہے۔ اس حدیث میں ایسے تعلق کی نفی ہے جس سے کھلی حیات ملے پھر جہاد کرے پھر وہ کافروں کو دیکھے۔ اس حیات کے ہم بھی قائل نہیں ہیں اور چھپی حیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہ بھی ایک دھوکہ ہے جو یہ لوگ دیتے ہیں۔

تیسرا اعتراض

"قالوا ربنا امتنا اثنتین (المؤمن: ۱۱)" یہ بھی پرانا اعتراض ہے۔

جواب: یہاں جو دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے وہ دو زندگیاں ہیں جو سب کے سامنے کھلی ہیں ایک یہ دنیا والی ایک قیامت والی اور جو دو چھپی زندگیاں ہیں ایک ماں کے پیٹ والی اور ایک قبر والی۔ یہ انہیں کھلی زندگیوں کے دیباچے ہیں، قرآن پاک میں ہے: "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم (البقرۃ:۲۸)" یہاں احیاکم کا لفظ ایک آیا ہے ماں کے پیٹ میں جو حیات تھی وہ بھی اس میں آ گئی اور یہ کھلی حیات بھی کیونکہ ماں کے پیٹ میں جو حیات ہے وہ مستقل نہیں ہے بلکہ اسی کا دیباچہ ہے۔ اس لئے الگ لفظ لانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ہاں جہاں ضرورت ہوئی وہاں بل احیاء کہا گیا۔ اس لئے اس کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا یہ جسم مثالی تھا یا نہیں؟

جواب: ملاقات جسم مثالی سے ہوتی ہی نہیں ہے۔

سوال: تیسری حیات تو یہاں ثابت نہیں ہوتی؟

جواب: حیات تو آپ بھی مانتے ہیں یہ معلوم نہیں کتنی مانتے ہیں آپ کہتے ہیں اس جسم سے روح نکلی اور پرندوں میں داخل ہو گئی۔ یہ حیات کہاں سے آ گئی آخر جو تم جسم مثالی کی حیات مانتے ہو وہ تمہارے ہاں حیات ہے یا نہیں۔ اگر مانتے ہو تو وہ حیات کہاں سے ثابت کرتے ہو۔ جسم مثالی کی حیات کا تم بھی اقرار کرتے ہو فرق اتنا ہے کہ تم نے جسم نیا تلاش کیا ہے لیکن ہم اسی جسم کا ذکر کر رہے ہیں جس کا دنیا آخرت اور عالم برزخ میں ذکر ہے۔

سوال: یہاں قبر والی حیات کا ذکر نہیں۔ "ثم انکم بعد ذالک لمیتون۔ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون (المومنون:۱۵، ۱۶)"

جواب: یہ مغالطہ ہے یہاں موت اور قیامت کے درمیان کیا ہوگا اس کا ذکر نہیں۔ صرف عدم ذکر ہے اور کچھ نہیں۔ اگر کسی دوسری آیت یا حدیث میں ذکر آ جائے تو اسے ماننا چاہئے کہ نہیں؟ یقیناً ماننا چاہئے۔ اس کی واضح مثال "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم" موت اور حیات کے درمیان کسی چیز کا ذکر نہیں کہ درمیان میں کتنی منزلیں ہیں۔ نطفہ تھا، علقہ تھا، مضغہ تھا، یہ درمیانی منزلیں ہیں لیکن اس آیت: "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا" اس میں ان کا ذکر نہیں۔ دوسری میں ان کا ذکر ہے۔ اب اس آیت میں عدم ذکر سے دوسری آیت کا انکار کر دیا جائے گا یا مان لیا جائے؟ یقیناً مان لیا جائے گا اور کہا جائے گا ایک آیت میں اجمال ہے دوسری میں تفصیل ہے۔

اب اس آیت: ''ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون'' میں تو جسم مثالی کا ذکر بھی نہیں ہے جو تم مانتے ہو، قیامت کو جو اٹھیں گے وہ کھلی حیات کے ساتھ اٹھیں گے اور یہاں ساری بحث چھپی حیات کی ہے۔ اب کھلی حیات والی آیات پیش کرنا ''یحرفون الکلم عن مواضعہ (النساء: ۴۶)'' ہے۔ ان آیات کا چھپی حیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: حدیث میں ہے قبر وسیع ہو جائے گی۔ یہ قبر مراد لینا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ایک قبرستان میں اتنی قبریں ہوتی ہیں کیسے کشادہ ہوں گی؟

جواب: یہ ساری باتیں پرانی ہیں کوئی نئی نہیں، دیکھیں آپ خواب میں چارپائی پر سوئے ہوتے ہیں اور وسیع باغ میں بیٹھے ہیں تو کیا جو آپ کے ساتھ دوسرا ہے اس کو کوئی اثر پہنچتا ہے؟ ایک ہے بستر خواب، ایک ہے عالم خواب، عالم خواب کا وصف ہے کہ اس کا بستر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح ایک ہے برزخ زماں وہ ہے موت سے قیامت تک۔ ایک ہے برزخ مکان وہ ہے قبر سے علیین سجین تک اس میں اس یعنی مکان برزخ کا ذکر ہے جیسے بستر خواب ایک ہے، عالم خواب ایک ہے جو بستر سے لے کر عرش تک ہے ایک کے پھیلاؤ سے دوسری پر اثر نہیں پڑتا۔

سوال: کھجور کی سبز ٹہنی والی حدیث تو حضور ﷺ کا معجزہ ہے آپ کو ان کے عذاب کا علم معجزہ کے طور پر دیا گیا ہے تو ایک معجزہ کو کیسے عقیدہ بنایا جائے؟

جواب: کسی محدث نے اس کو باب المعجزات میں لکھا ہے؟ ہرگز نہیں، خوامخواہ ایک بات کو تم نے معجزہ بنا دیا کل کو کوئی عذاب کا منکر کہے گا جو آپ کو عذاب نظر آیا وہ بھی معجزہ ہی تھا آگے پیچھے عذاب نہیں تھا۔ یہ ان کے حدیث سے انکار کے بہانے ہیں۔ پھر وہ معجزہ جب تک ٹہنی سبز تھی، تھا جب خشک ہوئی وہ کیا ختم ہو گیا؟ ٹہنی کا سبز رہنا اس کی زندگی کی دلیل ہے۔ اس کی تسبیح سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے ہم ایصال ثواب ثابت کرتے ہیں کہ جب ٹہنی کی تسبیح سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے تو ہماری تسبیح سے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

سوال: حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر بیت المقدس میں دیکھا۔ پھر آسمانوں پر تو کیا یہ جسم مثالی تھا۔

اب حضرت نے جب موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟ جب بیت المقدس میں دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟ جب آسمانوں پر دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟

جواب: یہ رات تو ساری معجزہ والی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام قبر میں بھی وہی بیت المقدس میں بھی وہی، آسمانوں پر بھی وہی ہوں تو اس میں کون سی انکار والی بات ہے۔ خود کہتے ہیں معجزات کا انکار نہ کرو اور یہ ساری رات معجزات والی ہے اس کا انکار کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ یہ جو جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن ہے قرآن ان کے پاس سوائے ان وسوسوں کے اور کچھ نہیں ان پر ہی ان کا مدار ہے۔

سوال: صلح حدیبیہ میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا گیا تھا تو کیا ان کا درود نہیں پہنچ رہا تھا۔ پھر آپ کو کیسے پتہ نہ چلا کہ عثمان زندہ ہیں۔ آپ نے موت پر کیوں بیعت لی۔

جواب: بڑا پرانا سوال نکالا ہے آج کل تو یہ سوال چھوڑ گئے ہیں۔ کیونکہ ہم پر یہ وارد ہی نہیں ہوتا۔ سب دھوکہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو تین دن رہے تو اطلاع پہلے دن ہی کیا آ گئی تھی کہ انہوں نے نمازیں پڑھیں تو درود

نہیں پہنچا۔ اطلاع تو تیسرے دن صبح آئی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو پہر تک واپس بھی آ گئے۔ اب اس دوران نماز کا کوئی وقت ہی نہیں کہ آپ نماز پڑھیں اور سوال پیدا ہو کہ نہیں پہنچا۔ پھر یہ کہ تفصیلی طور پر درود جمعہ کے دن پیش ہوتا ہے۔ آیا ان تین دنوں میں جمعہ کا دن ہے؟ یہ ثابت ہی نہیں اس قسم کے وسوسوں سے حیات کا انکار کرتے ہیں۔

سوال: یونس نعمانی سے آپ کا مناظرہ ہوا اور وہ کہتے ہیں کہ آپ ہار گئے تھے۔

جواب: یہ تو سارے ہی کہتے ہیں کہ ہار گیا ہے، عیسائی کہتے ہیں ہم سے ہار گیا، مرزائی کہتے ہیں ہم سے، غیر مقلد کہتے ہیں ہم سے ہار گیا، کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ جیت گیا ہے۔ اب میں کہوں کہ وہ ہار گیا ہے تو بات تو اتنی ہی رہے گی۔ مناظرہ میں جو بات ایسی ہے کہ مجھے جواب نہ آیا ہو وہ پیش کریں یا جو میں نے ان سے پوچھا ہو اور اس نے جواب دیا ہو۔ اس سے طے یہ ہوا تھا کہ قادیانیوں کی طرح صرف آیتیں نہیں پڑھنی بلکہ مفسرین کے حوالے پیش کرنے ہیں وہ کہیں بھی نہیں کر سکا اور میں باقاعدہ آیت یا حدیث پڑھنے کے بعد بتاتا تھا کہ میں مرزے کی طرح نیا مطلب نہیں گھڑ رہا بلکہ وہی مطلب بیان کر رہا ہوں جو مفسرین ومحدثین نے بیان کیا ہے۔

سوال: جنت میں یہی جسم جائیں گے یا جسم مثالی؟ اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ''قل یحیها الذی انشأها اوّل مرّة منها خلقنا کم وفیها نعید کم ومنها نخرجکم تارة اخری (طٰہٰ:۵۵)'' انہی جسموں کو عذاب وثواب ہے ساری بحث انہی جسموں کے متعلق ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں نہ ان کے پاس قرآن ہے نہ حدیث نہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کسی کا قول ہے نہ کسی چور کا، نہ زانی کا، نہ ڈاکو کا اور اس فرقے کی عمر قادیانیوں سے بھی چھوٹی ہے۔ کیونکہ وہ پہلے کے ہیں۔ یہ ۱۹۵۸ء میں بنا ہے۔ اس سے پہلے ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ وسوسوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

آپ کو یاد ہوگا کہ پہلے درس میں عذاب وثواب قبر کے بارے میں میں نے قرآن پاک کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ واضح کیا تھا۔ دوسرے درس میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ بیان ہوا۔ اسی سلسلے میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں میں نے ایک حدیث ذکر کی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔ آپ حج فرمائیں گے اور حج کے دوران مدینہ منورہ روضہ اطہر پر حاضری ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلام عرض کریں گے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کا جواب دیں گے جو سب حاضرین سنیں گے تو ایک عادت ہوتی ہے اور ایک خرق عادت ہوتی ہے۔ عادت تو یہی ہے کہ حالات پردے میں ہیں لیکن بطور خرق عادت کسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی چیز ظاہر فرمائیں تو یہ اللہ کی قدرت ہے جیسے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دو قبروں سے عذاب کا پتہ چلا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ خچر بدکنے لگی اور فرمایا کہ ان قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے تو یہ واقعات خرق عادت ہوتے ہیں۔ خرق عادت ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی جو اطلاع ہوتی ہے یہ خرق عادت ہے یہ نہیں کہ عذاب خرق عادت ہے یعنی کبھی کبھی ہوتا ہے۔

خرق عادت کا ایک واقعہ

جیسے بخاری شریف میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے کہ آپ ایک دن دیر سے تشریف لائے،

کچھ مہمان بیٹھے تھے انہوں نے کھانا نہیں کھایا تو آپ غصے ہو گئے کہ کھانا لیٹ کیوں کیا؟ قسم کھالی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا مہمانوں نے کہا کہ ہم بھی نہیں کھائیں گے اس کے بعد آپ نے کھانا شروع کیا جو لقمہ اٹھاتے اس میں تسبیح کی آواز آرہی تھی اور لوگ سن رہے تھے۔ قرآن پاک یہ بتاتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے تو تسبیح کرنا تو عادت ہے ہر چیز کی لیکن سنائی دینا یہ خرق عادت ہے کہ کسی کو سنائی بھی دے۔

اسدی فتنہ

یہیں ایک بات یہ بھی سمجھ لیں کہ آج کل اسدی فتنہ بڑے زوروں پر ہے۔ ہمارے ملتان اور اس کے گردونواح میں اور ان کو حقیقت محمدیہ کا مطلب نہیں آتا اور یہ اسدی کہتے ہیں کہ دیکھو جی! یہ نبی پاک ﷺ کو خدا مانتے ہیں دنیا میں اللہ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی خاصیت رکھی ہے۔ آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ ان باتوں کو فلسفی لوگ جو ہیں وہ صورت نوعیہ کہتے ہیں اور صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس کو روح کہا جاتا ہے۔ ان خواص کو پہلا درجہ جمادات کا ہے ان کی روح کا اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ اس جسم کی ترکیب کو محفوظ رکھیں، بکھرنے نہ دے۔ اب ایک بت بنا ہوا ہے گھڑا ہوا ہے اس کی روح کا کام یہ ہے اس کے اجزاء کو بکھرنے نہ دیں۔ جب آپ توڑ دیں گے اس کے اجزاء بکھر جائیں گے تو سمجھو کہ اس کی موت آگئی تو یہ روح جمادی روح ہے۔ اس کے بعد اوپر کا درج ہے جس کو آپ جسم نامی کہتے ہیں۔

نباتات: نباتات جو ہیں ان کی روح میں دو چیزیں ہیں ان کی ڈیوٹیاں اور بڑھ جاتی ہیں، ایک تو یہی کہ یہ درخت ہے۔ اس کے اجزاء بکھرتے نہیں یہ روح کا کام ہے دوسرا یہ کہ چونکہ یہ جسم نامی ہے اور نمو کے لئے غذا کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اب روح کی دو ڈیوٹیاں اور بڑھ گئیں۔ ایک تو وہ غذا چوسے گی زمین سے اور پھر ایک ایک پتے کو ایک ایک ٹہنی تک غذا پہنچائے گی، تغذیہ اور تربیہ یعنی اس سے پھر درخت بڑھے گا بھی تو اب روح کی جب نباتات کے درجے میں روح پہنچ گئی تو تین ڈیوٹیاں ہو گئیں۔ ایک جسم کی حفاظت کہ اس کے ذرات بکھرنے نہ پائیں۔ دوسرا غذا حاصل کرنا۔ تیسرے غذا سے اس کا نمو کہ وہ درخت بڑھتا چلا جائے۔

حیوان: اس کے بعد پھر آپ جسم نامی کے بعد حیوان کا درجہ رکھتے ہیں تو یہاں روح کی دو ڈیوٹیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ پہلی تینوں بھی برقرار رہتی ہیں۔ حیوان کو غذا کی بھی ضرورت ہے نمو بھی ہو رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی متحرک بالارادہ بھی ہے۔ اس میں ارادی قوت ہے۔ اپنے ارادے سے حرکت کر رہا ہے اور تولید بھی اس میں آجاتی ہے۔ اب ان میں نسل کشی ہے، نر مادہ ملتے ہیں تو آگے نسل بڑھتی ہے تو اب یہ روح کی ڈیوٹیوں میں بات شامل ہے اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔

انسان: پھر جب انسان کی روح ہوئی اس میں ایک درجہ اور بڑھ گیا کہ پہلی ساری ڈیوٹیاں موجود ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ مدرک الکلیات بھی ہے اور اس طرح صرف محسوسات نہیں۔ معقولات کا ادراک بھی اس کو ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس روح کو باقی ارواح کے مقابلے میں قابل روح کہا جاتا ہے اور یہ سب جزوی روحیں ہیں اور یہ ساری جزوی ارواح جو ہیں وہ روح اعظم جو ہے پوری کائنات کی اس کے ساتھ اس طرح تعلق ہے جیسے یہ آپ کے پنکھوں کا کنکشن بجلی کے پاور ہاؤس کے ساتھ تعلق ہے، بلبوں کا تعلق ہے تو وہ روح اعظم جو ہے وہ ان سب ارواح

کی تربیت کرتی ہے مربی ہے۔ جو ساری کائنات کی روح ہے اسی روح اعظم کا دوسرا نام روح محمدی ﷺ ہے جو تمام کائنات کی مربی ہے اور ساری کائنات کی تربیت کر رہی ہے اور یہ روح اعظم جو ہے اس کی مربی جو ہے وہ وجوب کا مرتبہ ثانیہ ہے۔ صفات اجمالیہ جس کو حقیقت محمد یہ کہتے ہیں وہ مربی ہے روح محمدی کی۔ روح محمدی مخلوق ہے اور ممکنات میں ہے۔ لیکن حقیقت محمد یہ مخلوق نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اجمالیہ کا نام ہے۔ اسی لئے وہ جو کہتے ہیں کہ تم حضور پاک ﷺ کو خدا مانتے ہو یہ بات نہیں یہ ایک اصطلاحی نام ہے جیسے ہر فن کی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ اب فلسفے والے بھی مقرر کرتے ہیں کہ یہ مادیات ہیں یہ مجردات ہیں۔ یہ الٰہیات ہیں، مادیات کن کو کہتے ہیں؟ جن کا ذہن میں بھی تصور ہو خارج میں بھی موجود ہو۔ خارج میں وجود موجود ہو۔ یہ تر پائی کا خاکہ ذہن میں بھی ہے اور باہر بھی موجود ہے۔ کمرے کا خاکہ ذہن میں ہے باہر بھی موجود ہے۔ ایسی چیز کو اہل فلسفہ ریاضیات کہتے ہیں۔

مجردات: ان کو کہتے ہیں کہ ذہن میں تصور موجود ہے باہر اس کا کوئی وجود ہی نہیں کسی کے ضمن میں ہوگا جس کو ریاضیات بھی کہتے ہیں۔ مثلاً دو، چار، سات، نو ذہن میں ہیں آپ کو پتہ ہے کہ یہ دو ہیں چار ہیں، سات ہیں۔ لیکن خود دو کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ دنیا میں کوئی جسم بھی ایسا نہیں جس کو ہم نو کہیں، فنی طور پر تو آئے گا جیسے آٹھ کتابیں، نو قلمیں خارج میں آٹھ اور نو کا کوئی وجود نہیں۔ ان کو ریاضیات کہتے ہیں۔ تیسری وہ چیزیں ہیں جن کا نہ ذہن میں تصور ہو نہ خارج میں کوئی وجود ہو، جیسے جنات اور فرشتے ایسی چیزوں کو اہل فلسفہ الٰہیات کہتے ہیں۔ حالانکہ عوام الناس کی اصطلاح میں الٰہ کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ اہل فن کی تو آدمی جس فن والوں سے بحث کرے پہلے اس فن کو سمجھنا چاہئے۔

مسئلہ وحدت الوجود

میں ایک دفعہ ختم نبوت کے دفتر میں پڑھا رہا تھا پانچ سات آدمی میرے پاس آگئے۔ آ کر کہنے لگے کہ جی وحدت الوجود کا مسئلہ سمجھنا ہے میں نے کہا وحدت الوجود کا مسئلہ نہ ہمارے عقائد میں سے ہے نہ ضروریات دین میں سے ہے نہ ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہے، نہ وہ احکام کا مسئلہ ہے کہ اسے فرض واجب مستحب، مباح کہا جا سکے۔ یہ تو احوال کا مسئلہ ہے جیسے خواب ہوتا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ صوفیا کرام کے احوال ہیں۔ انہیں میں سے ایک نے کہا۔ کیا یہ کفر نہیں ہے؟ میں نے کہا اس کا جو مطلب تیرے ذہن میں ہے وہ ہمارے ہاں بھی کفر ہی ہے۔ لیکن جو صوفیا کرام کے ہاں ہے وہ کفر نہیں ہے وہ عین ایمان ہے تو جو اس کا مطلب سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے۔ لیکن صوفیا کے ہاں یہ اصطلاحی لفظ ہے وحدت الوجود سے مراد "مابہٖ الموجودیت" ہے تو ان کا بڑا جلدی سے بولا یہ اصطلاح قرآن حدیث میں آتی ہے۔ میں نے کہا قرآن وحدیث میں کسی فن کی اصطلاح نہیں آتی نہ اسم، فعل، حرف کی اصطلاح قرآن وحدیث میں ہے، نہ صحیح، نہ ضعیف، حسن مضطرب کی اصطلاحات قرآن حدیث میں ہیں تو اگر اس کے غلط ہونے کی یہی دلیل ہے کہ یہ اصطلاح قرآن حدیث میں نہیں تو اصول حدیث بھی سارے کا سارا غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی اصطلاحات قرآن حدیث میں نہیں ہیں۔

اسی طرح فلسفہ، منطق، صرف، نحو، یہ جتنی اصطلاحات ہیں ساری کی ساری غلط ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث میں نہیں ہیں۔ میں نے کہا تمہارا یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔ پھر میں نے مثال سے سمجھایا کہ ہر فن کی اصطلاح ہوتی ہے وہ اس لئے اصطلاحی لفظ بناتے ہیں تا کہ بڑے مطلب کو سمیٹا جا سکے اور بات سمجھانی آسان ہو جائے۔

اصطلاح کی مثال

میں نے کہا آپ یہاں سے اٹھ کر قاری عبدالرحیم صاحب کے پاس جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں ذرا بچوں کا امتحان لیں تو آپ ایک بچے کو کہتے ہیں کلمہ سناؤ وہ سناتا ہے: ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' تو کیا یہ کلمہ ہے؟ یقیناً نہیں۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور مولانا شمشاد صاحب کے پاس جا بیٹھے وہ صرف ونحو پڑھا رہے تھے۔ اب وہ بھی کہتے ہیں کہ بچوں سے کوئی بات پوچھو تو وہاں ایک لڑکا دوسرے کو ماں کی گالی بک رہا تھا۔ اب آپ ان سے پوچھتے ہیں یہ جو گالی ہے یہ کلمہ ہے یا مہمل ہے؟ اب بچے کہتے ہیں کلمہ ہے تو کیا بچے کا جواب صحیح ہے یا غلط ہے؟ یقیناً صحیح ہے۔ اب دیکھیں ایک فن میں پوری ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' بھی کلمہ نہیں ہے اور ایک فن میں یہ گالی بھی کلمہ ہے تو اس لئے جس فن والوں سے بات کریں اس فن والوں کی اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے۔ میں نے کہا اسی لئے صوفیاء کرام نے منع کر دیا ہے کہ جو لوگ ہمارا فن نہیں جانتے وہ ہماری کتابیں نہ پڑھیں۔ چنانچہ اس کے ہاتھ میں شائم امدادیہ تھی۔ میں نے اسے کھول کر دکھایا کہ لکھا ہے کہ جو لوگ ہمارے فن کے نہیں ان پر حرام ہے کہ ہماری کتابیں پڑھیں تو میں نے کہا آپ کیوں پڑھتے ہیں؟

اب دوسرا بولا۔ دیکھیں جی یہ صوفیا کرام کیسی باتیں کرتے ہیں صوفیا کہتے ہیں کہ مومن کا دل جو ہے اس کا مقام عرش سے زیادہ بلند ہے۔ میں نے کہا اتنا ہی کہتے ہیں یا آگے بھی کچھ کہتے ہیں۔ صوفیا یہ کہتے ہیں کہ عرش بھی اللہ کی تجلی گاہ ہے اور ولی کا دل بھی اللہ کی تجلی گاہ ہے۔ تجلی وہاں بھی پڑ رہی ہے یہاں بھی۔ لیکن عرش بے شعور مخلوق ہے دل باشعور ہے جیسے دھوپ دیوار پر بھی پڑ رہی ہے آپ پر بھی پڑ رہی ہے۔ دیوار بے شعور ہے اور آپ باشعور ہیں۔ آپ کو اس کا پورا احساس ہے۔ اگر سردی ہے تو آپ کو خوشی محسوس ہو رہی ہے اور اگر گرمی ہے تو آپ ادھر ادھر بھاگتے ہیں۔ لیکن یہ دیوار ادھر ادھر نہیں بھاگتی تو یہ دھوپ دیوار پر بھی پڑ رہی ہے لیکن یہ دیوار بے شعور ہے اور آپ پر بھی پڑ رہی ہے۔ آپ باشعور ہیں تو جب ولی کے دل پر تجلی ہو گی تو اس تجلی کی وجہ سے اللہ کی معرفت نصیب ہو گی اور اسی معرفت کی وجہ سے اللہ کی محبت نصیب ہو گی۔ اس معرفت اور محبت سے عرش محروم ہے اور ولی کے دل کو یہ چیز نصیب ہو گی تو صوفیا نے یہ بات پوری بیان کی۔ آپ نے آدھی، شیطان کی طرح اچک لی۔ جیسے شیطان ملاء اعلیٰ سے آدھی بات اچکتا ہے اور پھر شور مچانا شروع کر دیتا ہے تو یہ ٹھیک ہے کہ صوفیاء کرام کی بعض باتیں ذوقیات سے تعلق رکھتی ہیں اور ذوقیات کو آپ لفظوں میں بیان کر ہی نہیں سکتے۔ ذوقیات کے لئے دائرہ بالکل تنگ ہے۔

ذائقہ کی مثال

ایک آدمی کو آپ سیب کی مٹھاس سمجھانا چاہتے ہیں اس نے کبھی سیب کھایا نہیں اس کے ذہن میں جو پہلے مٹھاسیں ہیں وہ ان کی مثال پوچھے گا، کبھی پوچھے گا کہ گنے جیسا میٹھا ہوتا ہے، آپ کہیں گے نہیں۔ پھر وہ پوچھے گا کہ آم

جیسا میٹھا ہوتا ہے آپ کہیں گے نہیں آم کی مٹھاس اور ہوتی ہے سیب کی مٹھاس اور۔ پھر پوچھے گا گڑ جیسا ہوتا ہے آپ کہیں گے نہیں نہیں گڑ کی مٹھاس اور ہے اور سیب کی اور۔ اب جتنی مٹھاسیں اسے یاد ہیں وہ سب کے نام لیتا رہے گا۔ آپ کو بھی کھپائے گا خود بھی کھپتا رہے گا۔ لیکن آپ سیب کی مٹھاس کا مزہ اسے سمجھا دیں۔ یہ آپ کی بس کی بات نہیں۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیب کو کاٹ کر اس کے سامنے رکھ دیں اور وہ کھائے اب اس کو خود بخود سیب کی مٹھاس سمجھ میں آ جائے گی۔ اب اس کو کہو کہ لکھ دے کہ سیب اور گڑ کی مٹھاس میں کیا فرق ہے۔ اس میں اور آڑو کی مٹھاس میں کیا فرق ہے تو وہ بھی یہی کہے گا میں کچھ نہیں لکھ سکتا تو ذوقیات جو ہیں ان کے لئے الفاظ کا دائرہ تنگ ہے۔ اولیاء اللہ جو صاحب ذوق ہوتے ہیں وہ اپنے ذوق میں جو کہتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ لیکن پوری بات اس میں آتی نہیں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں جو صاحب ذوق نہ وہ ہماری کتابیں نہ پڑھے۔ ہاں جب اس ذوق پر آدمی پہنچ جائے جیسے کسی کو آپ نے سیب دے دیا۔ اس نے کھا لیا اب وہ خود ہی مان جائے گا کہ سیب ایک مٹھاس رکھتا ہے اور اس مٹھاس کو میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تو صوفیاء کرام باذوق ہیں ہم لوگ بے ذوق اور یہ لوگ عثمانی اور اسدی پارٹی والے کم بخت بدذوق ہیں ان کا ذوق بگڑا ہوا ہے جب ذوق بگڑ جاتا ہے تو چینی بھی کڑوی لگتی ہے۔ چلو ہمیں اگر اچھی نہیں لگتی۔ کیونکہ ہم بے ذوق ہیں لیکن بری بھی تو نہیں لگتی۔ لیکن چونکہ ان بدبختوں کا ذوق بگڑا ہوا ہے۔ اس لئے ان کو بری ہی لگتی ہے۔ لیکن صوفیاء کو پتہ ہے کہ ان اذواق میں کیا مزہ ہے۔

اب اسی طرح جب تک یہ موت کا مزا نہیں چکھیں گے موت سمجھ نہیں آئے گی خواہ ان کو ہزار سمجھاتے رہو تو روح اعظم روح محمد ﷺ ہے اور یہ مخلوقات میں ہے۔ اب ان کو اس پر جو پریشانی لگی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب روح اعظم ساری کائنات کی مربی ہے تو بریلویوں کی بات صحیح ہوگئی۔ کیونکہ جن کی تربیت کرے گی ان سب کو علم ہونا چاہئے۔ لہٰذا نبی پاک کو عالم الغیب ہونا چاہئے اور بریلویوں کی بات صحیح ہے کہ جب اسے تربیت کرنی ہے تو ان کو اختیار بھی تو ہونا چاہئے۔ پھر نبی پاک کو مختار کل بھی ہونا چاہئے۔ یہ وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ صوفیاء کرام سے دور ہو جاتے ہیں بدک جاتے ہیں۔ لیکن بات وہی ہے کہ یہ صوفیاء کی پوری بات سنیں بھی تو کہ وہ کہتے کیا ہیں صوفیاء کرام کہتے ہیں یہ تربیت تکوینی اور اضطراری ہے۔ اختیاری ہے ہی نہیں۔

جیسے "وجعلنا من الماء کل شئ حی" (الانبیاء: ۳۰) درخت کے ہر ہر پتے کی تربیت پانی نے کی ہے لیکن پانی کو کوئی معلوم نہیں کہ میں نے کتنے پتوں کی تربیت کی ہے نہ گنتی یاد ہے نہ علاقہ یاد ہے نہ پانی کو اس بارے میں اختیار ہے۔ کیونکہ یہ تربیت اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ جیسے سورج ساری دنیا کو گرمی اور روشنی دے رہا ہے لیکن سورج سے روشنی اور گرمی کا صدور اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ یہ تو ہم کہیں گے کہ دس فٹ زمین کے نیچے جو گرمی ہے یہ سورج کا ہی اثر ہے جہاں جہاں بھی یہ گرمی ہے اسی سورج کا اثر ہے جہاں جہاں پھول نظر آئے گا پھل نظر آئیں گے، پتے نظر آئیں گے ٹہنی نظر آئے گی۔ ہم سارے کہیں گے یہ پانی ہی کا فیض ہے، لیکن اس کے باوجود کوئی بے وقوف دنیا میں ایسا نہیں ملے گا جو پانی کو عالم الغیب کہتا ہو پانی کو مختار کل کہتا ہو۔ کیونکہ اسے پتہ ہے کہ یہ تربیت میں مضطر ہے۔ اس کی حالت اضطراری ہے اختیاری نہیں تو جب سرے سے اختیار ہی نہیں ہے تو وہ مختار جز بھی نہیں۔ چہ جائے کہ مختار کل بنے تو صوفیاء کرام نے جو بات کی یہ آدمی لے لیتے ہیں آدمی چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو

بیان ہی نہیں کر سکتے یا سمجھتے نہیں۔ اس لئے صوفیاء کرام کے پیچھے لگ جاتے ہیں کہ سارا شرک صوفیاء کرام نے پھیلایا ہے تو حقیقت محمد یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اجمالی تصور کا اصطلاحی نام ہے اور وہ تربیت کرتی ہے۔ روح اعظم روح محمد ﷺ کی اور روح محمدی یہ مربی ہے ساری کائنات کی۔ جیسے میں نے پانی اور سورج کی مثال دی کہ پانی کو فلاسفہ رب الاشجار اور رب نباتات کہتے ہیں کہ یہ درختوں اور نباتات کی پرورش کر رہا ہے تو پرورش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے خود اس کا کوئی اختیار نہیں جیسے آپ کے ہاتھ میں قلم ہے آپ اس سے لکھتے ہیں یہ وہی کچھ لکھتا ہے یہ نہ نقطہ بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے اس کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے جو آپ کے ذہن میں ہے یہ اس کو آگے منتقل کر رہا ہے۔ اگر آپ نے اس قلم سے دس بڑی بڑی کتابیں لکھ لیں تو کوئی نہیں کہے گا کہ یہ قلم عالم الغیب ہو گیا ہے۔ یہ اب فارغ التحصیل ہو گیا ہے اس کو سند ملنی چاہئے کوئی بھی ایسی بات نہیں کہتا۔ کیونکہ قلم میں کوئی اختیار ہے ہی نہیں نہ قلم میں کوئی علم ہے یہ تو آلہ جارحہ ہے۔ آپ کی معلومات کو کاغذ پر منتقل کر رہا ہے۔

سوال: ایک دن ایک آدمی نے یہ سوال کیا کہ دیوبندیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صوفیاء کرام وفات کے بعد بھی دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات خرق عادت ہے مدبرات امر میں جس طرح فرشتے شامل ہیں، جیسے کہا جاتا ہے فلاں فرشتہ بارش برساتا ہے فلاں روزی دیتا ہے تو ان فرشتوں کو ہم مختار مانتے ہیں نہ عالم الغیب کبھی کسی نے یہ نہیں کہا یا میکائیکل آج روٹی دے دے، پانی دے دے۔ کیونکہ لوگوں کو پتہ ہے کہ میکائیل تو آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتا ہے اسے جو حکم اوپر سے ملے گا اس نے وہی کرنا ہے۔ نہ وہ ایک دانہ کم کر سکتا ہے نہ زائد کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتا ہے تو مدبرات امر کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال لکھے ہیں: بعض نے ستارے مراد لئے ہیں کہ ان کی تاثیرات زمین پر اثر کرتی ہیں، لیکن یہ تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں، سورج کی تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں۔ چاند کی تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں۔ پانی کی تاثیر اضطراری ہے پانی کو اختیار نہیں ہے کہ پیاس بجھائے یا نہ بجھائے۔ یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام آگ میں چلے گئے آگ میں اگرچہ اللہ نے جلانے کی تاثیر رکھی ہے لیکن آگ کو اختیار نہیں ہے کہ جلا ڈالے۔ کیونکہ تاثیر اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جب چاہے اثر کرے جب چاہے نہ کرے تو مدبرات امر میں اللہ تعالیٰ جس طرح فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ارواح کی بھی لگا دیں تو اس میں کون سی ایسی بات ہے وہ آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا یہ کام اضطراری ہوتا ہے اختیار نہیں ہوتا۔ اس سے نہ تو ان کا عالم الغیب ہونا ثابت ہے نہ ان کا مختار کل ہونا ثابت ہے۔

اب یہ باتیں چونکہ صوفیاء کرام کی ہیں جس کا نہ آپ کو تجربہ نہ مجھے تجربہ اس لئے میں نے پہلے بھی مثال دی تھی کہ جس طرح خواب آپ کو بھی آتا ہے مجھے بھی آتا ہے لیکن خواب نہ آپ کے اختیار میں ہوتا ہے نہ میرے اختیار میں ہوتا ہے۔ اب مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی بات بتانی ہے تو آپ کو خواب میں کوئی آدمی ملے گا کہ جو چیز تو تلاش کر رہا ہے فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔ اب آپ کو پتہ بھی نہیں کہ وہ کون ملا ہے اور اس کو کیسے پتہ چلا کہ آپ فلاں چیز کے بارے میں پریشان ہیں۔ لیکن وہ چیز بتاتا ہے اور اس جگہ آپ کو مل بھی جاتی ہے۔ اسی طرح کبھی آپ کو اجنبی کی بجائے آپ کا بھائی یا شیخ یا اور کوئی قریبی رشتہ دار نظر آجاتا ہے تاکہ توجہ زیادہ کرے تو چونکہ خواب میں حافظہ اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ اس لئے قریبی کی طرف توجہ زیادہ رہے گی اور بات یاد رہ جائے گی اور اس کا مطلب پورا ہو جائے گا۔

اب آپ کے استاد صاحب ملے انہوں نے بتایا جس چیز کو تو تلاش کر رہا ہے وہ فلاں الماری میں رکھی ہے۔ آپ نے صبح اٹھ کر تلاش کی وہ مل گئی۔ لیکن اس سے آپ کے ذہن میں کبھی نہیں آیا کہ استاد جی عالم الغیب ہیں کہ وہ کراچی میں بیٹھے ہیں پہلے ان کو میرے دل کی بات کا پتہ چلا کہ یہ فلاں چیز تلاش کرنا چاہتا۔ پھر انہوں نے اس چیز کی تلاش کی اور مجھے آ کر بتایا بھی ہے۔ یہ خیال آپ کو اس لئے نہیں آیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ اطلاع آپ کو اللہ نے دی ہے۔ استاد صاحب کو پتہ بھی نہیں کہ میں خواب میں کس کو ملا ہوں اور کیا کہا ہے تو خواب کا تجربہ اکثر کو ہے اور یہ بسا اوقات بالکل سچے بھی ہو جاتے ہیں۔

اب ان میں جو اطلاع آپ کو ملتی ہے اس میں آپ جس کو دیکھتے ہیں اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا بسا اوقات وہ بیچارا فوت شدہ ہوتا ہے۔ اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں کہاں گیا ہوں، کس کو ملا ہوں کس کو نہیں ملا۔ اس طرح صوفیاء کرام کے جسم مثالی کہیں آ کر مدد وغیرہ کر جاتے ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ قرآن پاک میں "لولا ان رابرھان ربہ" (یوسف: ۲۴) کے تحت تفاسیر میں یہ مسئلہ لکھا ہوتا ہے اور ایسے اقوال ملتے ہیں کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو تنگ کرنا شروع کیا تو انہوں نے دیکھا کہ یعقوب علیہ السلام کھڑے ہیں۔ حالانکہ یعقوب علیہ السلام وہاں رو رہے ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں کہ یوسف کہاں ہے۔ ان کی رو رو کر بینائی بھی ختم ہو گئی۔ انہیں پتہ نہیں کہ یوسف کہاں ہے۔ لیکن ادھر یوسف علیہ السلام کو نظر آ رہے ہیں اور وہ بھاگ گئے انہیں دیکھ کر تو جس طرح ہمیں خواب آتا ہے اور کچھ معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کو بیداری میں بعض چیزیں نظر آ جاتی ہیں لیکن جس طرح خواب میں ہمیں اختیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح کشف کا انہیں اختیار نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیں تو آنحضرت ﷺ کو مکہ میں بیٹھے ہوئے بیت المقدس دکھا دیں۔ جب نہ چاہیں تو حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ موجود ہیں قریب ہی مکہ میں حضرت عثمان ہیں اور خبر ملی کہ عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اب آپ عثمان رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھ رہے بلکہ بدلہ لینے کے لئے بیعت لے رہے ہیں تو جس طرح خواب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، کشف بھی اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔

ہم علماء دیوبند تصوف کے قائل ہیں اور یہ عثمانی پارٹی والے صوفیاء کرام کی آدھی باتیں اچک لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ باتیں توحید کے خلاف ہیں، دیوبندی مشرک ہیں اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو لکھا ہے کہ مرنے کے بعد حضرت نانوتوی مٹھائی لے کر آئے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ جو چیزیں ہیں یہ اضطراری ہیں، اختیاری نہیں ہوتیں۔ جس طرح پانی پہاڑوں سے چلا اور یہاں آ کر درختوں کو سیراب کیا۔ اس میں پانی کو نہ تو کوئی عالم الغیب کہتا ہے نہ مختار کل کیونکہ پانی کے اختیار کو اس میں دخل ہی نہیں۔

اب بریلوی صوفیاء کرام کی اس بات کو سمجھ نہ سکے وہ کہنے لگے کہ یہ مختار کل ہیں۔ عالم الغیب ہیں۔ کیونکہ سب کی تربیت کر رہے ہیں۔ اب یہ بریلویوں کی بیوقوفی ہے جس کی تردید ضرور کرنی چاہئے۔ لیکن یہ عثمانی پارٹی والے وہی بے وقوفی علمائے دیوبند کے ماتھے لگا دیتے ہیں اور کہتے ہیں دیوبندیوں نے بھی یہ لکھ دیا ہے۔ اب عبارت دیوبندیوں کی کتاب کی ہوتی ہے اور مطلب بریلویوں والا مراد لیتے ہیں۔ یہ کوئی انصاف تو نہیں ہے۔ مطلب وہ لینا چاہئے جو ہماری کتابوں میں لکھا ہے نہ کہ جو دوسروں نے لکھا ہو۔

حضرت گنگوہی کی ایک عبارت پر اشکال اور جواب

یہ لوگ اشکال کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی نے لکھا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ موجود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت کی خاص اصطلاح ہے کہ وہ باطن شیخ سے اللہ کی صفت الہادی مراد لیتے ہیں اور اللہ کی صفت الہادی ہر جگہ موجود ہے۔ اگر کسی مرید کو شیخ کی شکل حالت کشف میں نظر آ جائے اور شیخ اسے کوئی بات بتائے تو اس میں شیخ کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ میں نے بتائی ہے۔ لیکن صوفیاء کرام لکھتے ہیں کہ یہ جو یہاں شکل نظر آئی ہے یہ اصل میں اللہ صفت الہادی کی تجلی شیخ کی شکل میں متشکل ہوئی ہے۔ شیخ کو وہاں پتہ بھی نہیں کہ میں نے کسی کو کچھ بتایا ہے یا نہیں بتایا۔ آپ ایک ہی رات دس ملکوں میں دس آدمیوں کو خواب میں نظر آ سکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً آ سکتے ہیں۔

اسی طرح اگر ایک وقت میں کسی بزرگ کی دس جگہ دس شکلیں نظر آئیں تو جیسے آپ کو پتہ بھی نہیں کہ میں کسی کو نظر آیا ہوں اور آپ کو ان لوگوں نے خط لکھ کر بتایا کہ آپ فلاں وقت میں خواب میں ہمیں نظر آئے ہیں اور آپ نے یہ بات کہی تھی۔ اسی طرح اس بزرگ کو بھی معلوم ہونا ضروری نہیں کہ میں کس کس کو نظر آیا ہوں اور میں نے کیا کہا تھا تو جس طرح آپ کے خواب میں آپ کا اختیار نہیں ہوتا۔ اس طرح صوفیاء کے کشوف میں ان کا اختیار نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک آدمی خواب میں دس آدمیوں کو نظر آ سکتا ہے اسی طرح صوفیاء کا جسم مثالی کئی آدمیوں کو بیک وقت نظر آ سکتا ہے۔ لیکن اس میں نہ ان کا علم ہے نہ اختیار سب علم اور اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے تو میں عرض کر رہا تھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوں گے تو سلام عرض کریں گے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کا جواب دیں گے اور سب لوگ سنیں گے تو ایسے واقعات بطور خرق عادت بعض اوقات امت میں پیش آ جاتے ہیں۔

(اشرف الجواب ص ۹۹) پر لکھا ہے کہ شیخ کا ایک مرید حج کو گیا تو آپ نے اس کے ہاتھ روضہ اقدس پر سلام بھیجا جب مرید نے شیخ کا سلام پہنچایا کہ حضرت شیخ سلام عرض کرتے تھے تو روضہ اقدس سے آواز آئی کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہہ دینا شیخ کو یہ واقعہ مکشوف ہو گیا اور کشف میں معلوم ہو گیا کہ حضرت نے یہ جواب ارشاد فرمایا ہے جب مرید واپس آیا تو پوچھا کہ ہمارا سلام بھی پہنچایا تھا۔ اس نے کہا جی حضرت پہنچایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کو سلام فرمایا ہے شیخ نے فرمایا نہیں وہی لفظ بتاؤ جن لفظوں میں حضرت نے فرمایا ہے تو مرید نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ کو کشف میں پتہ چل گیا ہے تو پھر میں اپنی زبان سے وہ لفظ کیوں استعمال کروں۔ آپ کی بے ادبی ہو گی۔ انہوں نے فرمایا بے ادبی نہیں ہو گی تو تو اس وقت سفیر ہے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مجھ تک پہنچائے گا تو اس لئے وہی الفاظ مجھے سناؤ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائے ہیں تو پھر اس نے بتایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہہ دینا۔ اب بدعت کیا تھی کیونکہ یہ چشتی بزرگ تھے۔ اس لئے سماع سنتے تھے تو شعر و اشعار میں ایک خصوصیت ہے کہ اس سے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ سماع میں صوفیا کا اختلاف

اس لئے صوفیاء کرام میں سماع کے مسئلے میں سخت اختلاف ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے دو سو صفحات اس مسئلہ پر لکھے ہیں اور دونوں طرف کے دلائل لکھے ہیں لیکن آخر میں جو فیصلہ دیا ہے وہ اگرچہ ایک فقرے میں ہے لیکن ہے بہت اچھا لکھتے ہیں جس کے دل میں حب رب غفور ہے اس کے لئے سماع لازم ضرور ہے۔ کیونکہ جتنا اشعار سنے گا اتنی

محبت بڑھے گی۔ جس قدر محبت بڑھے گی اسی قدر مطلوب ہے اور جس کے دل میں حب باطل ہے اس کے۔ لئے سم قاتل ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں تو کسی عورت کی محبت ہوگی کسی مرد کی محبت ہوگی۔ وہ جب شعر سنے گا تو محبت بڑھے گی تو گناہ کا جذبہ بڑھے گا تو شعر میں تاثیر یہ ہے کہ وہ دل میں جوش پیدا کرتا ہے تو اس لئے صوفیاء کرام اللہ کی حمد کے، حضور ﷺ کی نعت کے اشعار بیٹھ کر سنا کرتے تھے تاکہ اللہ کی توحید کا جذبہ بڑھے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت بڑھے۔ لیکن چونکہ ان اشعار میں بسا اوقات حضور ﷺ کا اسم گرامی نہیں ہوتا تھا۔ اب جو شعر سنیں گے میرے دل میں جس کی محبت ہے میرا دل اسی کی طرف جائے گا۔ دوسرے کے دل میں جس کی محبت ہے اس کا دل اسی کی طرف جائے گا تو اگرچہ صوفیاء اس بات کی احتیاط بھی کرتے تھے کہ عام عوام نہ بیٹھیں بلکہ خاص ذوق والے حضرات ہی بیٹھیں۔ لیکن فقہاء ان کی اتنی بات بھی پسند نہ کرتے تھے وہ کہتے تھے تمہارے اس کام سے عوام سماع کا جواز مراد لیں گے کہ جب بزرگ سنتے ہیں ہم بھی سنیں تو جس طرح اپنا دین بچانا ضروری ہے دوسروں کا دین بھی بچانا ضروری ہے۔

مفتی وجیہہ الدین رحمہ اللہ و خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ کا واقعہ

ایک مرتبہ مفتی صاحب بیمار ہوئے خواجہ صاحب بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے تو مفتی صاحب بہت بیمار تھے جب خواجہ صاحب دروازے پر پہنچے تو اطلاع کروائی کہ نظام الدین بیمار پرسی کے لئے آیا ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا مجھ پتہ نہیں کہ یہ میری آخری بیماری ہو میں بدعتی کا چہرہ دیکھ کر نہیں مرنا چاہتا۔ اسے کہو بالکل اندر نہ آئے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے واپس چلا جائے۔ اب جب یہ پیغام خواجہ صاحب کو پہنچا تو انہوں نے اسی وقت سماع سے توبہ کر لی اور اندر پیغام بھیجا کہ حضرت میں نے توبہ کر لی ہے۔ اب اندر آنے کی اجازت دے دیں۔ جب مفتی صاحب کو پتہ چلا کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ مفتی صاحب نے مریدوں سے فرمایا میری پگڑی دروازے پر بچھا دو اس پر خواجہ صاحب چل کر آئیں۔

مفتی تو دین کا پہرے دار ہوتا ہے۔ اس لئے مفتی اتنی گنجائش نہیں دینا چاہتا جس سے عوام کسی غلطی میں مبتلا ہو جائیں۔ لیکن چونکہ صوفیاء کے الگ ذوقیات ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ الگ مجالس میں سماع کر لیتے ہیں تو حضور ﷺ کے سلام میں جو بدعتی کا لفظ آتا ہے وہ یہی بدعت تھی یہ نہیں کہ ان کے عقیدے اور تھے یا اعمال اور تھے، صرف یہ لوگ اکیلے بیٹھ کر سماع منعقد کر لیتے تھے تاکہ اللہ کی محبت بڑھے مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ تمہارے بعد لوگ اس کا جواز بنا لیں گے تمہاری قبروں پر قوالیاں کریں گے عرس کریں گے جس میں عوام شامل ہوں گے۔ مرد عورت سب شامل ہوں گے اور یہ سماع فتنہ بن جائے گا۔ اس لئے مفتیان کرام فتنوں کا سوراخ بند کرنا چاہتے تھے۔ اب سماع کی وجہ سے حضور ﷺ نے شاہ ابو معالی کو بدعتی فرمایا اور ان کو یہ بات مکشوف ہوگئی اور انہوں نے فرمایا وہی لفظ کہو جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے۔ کیونکہ ان لفظوں میں جو لطف اور مزا ہے وہ تیرے الفاظ میں نہیں ہے۔ اب دیکھیں کہ حضرت پاک ﷺ نے قبر مبارک سے سلام کا جواب دیا ہے۔

دوسرا واقعہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اشرف الجواب کے (ص ۱۷۰) پر لکھتے ہیں حضور ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اس

لئے زیارت کرنے والے کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ میں نے قبر کی زیارت کی۔ کیونکہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ غرض دنیا میں ایسے بھی خشک مزاج لوگ موجود ہیں جن کو زیارت قبر کا خود تو کوئی شوق ہوتا نہیں ہے اور اس کو حرام کہتے ہیں۔ دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں مگر جو زیارت کر چکے ہیں ان سے پوچھو کہ کس قدر برکات حاصل ہوتی ہیں بس اب میں بیان کو ایک واقعہ پر ختم کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کی برکات اور حضور ﷺ کا زندہ ہونا معلوم ہوگا۔

حضرت سید احمد رفاعی کبیر ؒ کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے تو عرض کیا السلام علیکم یا جدی تو جواب آیا وعلیکم السلام یا ولدی! اس سے ان پر وجد طاری ہوگیا اور بے اختیار ہو گئے اور پھر حضرت پاک کی نعت پڑھنے لگے۔ پس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا۔ حضرت پاک کا باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اسے بوسہ دیا اور وہاں ہی گر گئے۔ ایک بزرگ تھے جو اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کیا آپ کو اس وقت رشک ہوا تھا اس پر کہ اللہ نے ان کو کیا مقام دیا ہے وہ بزرگ فرمانے لگے اس وقت ہم تو کیا ملائکہ کو بھی رشک آنے لگا تھا تو ایسے واقعات خرق عادت کے طور پر ہوتے ہیں اور خرق عادت کے بارے میں میں ہر درس میں سمجھاتا ہوں کہ اس میں نہ اختیار ہوتا ہے نہ دوام ہوتا ہے، نہ کلیت ہوتی ہے، نہ قطعیت ہوتی ہے۔ تاریخی واقعات میں یہ چار لفظ اگر آپ کے ذہن میں ہیں تو نہ بریلویت کا فتنہ آپ کو تنگ کر سکتا ہے اور نہ عثمانیوں کا فتنہ آپ کو تنگ کر سکتا ہے۔

حضرت نے مزید فرمایا ہے حضور ﷺ کی قبر مبارک کو بہت سے شرف حاصل ہیں۔ کیونکہ جسم اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور پاک خود موجود ہیں۔ یعنی جسد مع تلبس روح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ قبر پاک میں جو حیات ہے وہ تلبس روح سے ہے یا تعلق روح سے، تلبس روح ہے جیسے اب ہمارے پورے جسم میں روح موجود ہے اس کو تلبس روح کہتے ہیں اور تعلق روح کہتے ہیں جیسے نیند میں روح آپ کی کہاں پھر رہی ہے۔ لیکن جسم سے تعلق موجود ہے تو ابن قیم، ابن تیمیہ یہ لوگ تعلق روح سے حیات مانتے ہیں۔

علامہ سبکی، علامہ زرقانی اور حضرت تھانوی ؒ وغیرہ یہ تلبس روح سے حیات کے قائل ہیں۔ یہ فرماتے ہیں روح پاک کے لئے اعلیٰ مقام جسد اطہر ہے عرش اس سے اعلیٰ نہیں، جنت اس سے اعلیٰ نہیں تو اس لئے اس جسم کے علاوہ اس کو کسی اور جگہ رکھنا یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف لے جانا ہے تو اس لئے حضرت نے لکھا ہے کہ آپ بمع تلبس روح قبر مبارک میں تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ حدیث میں بھی نص ہے صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے: ''نبی اللہ حیّ یرزق'' آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق پہنچتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے اس حیات سے مراد کھلی حیات نہیں جو آپ کو بھی نظر آئے ان کو اپنی حیات کا پورا احساس ہے۔ لیکن ہمیں ان کی حیات کا شعور نہیں ہے۔ اس کی وجہ میں نے بتادی تھی کہ ہمارا شعور فانی ہے یہ فانی حیات کے لئے ہمیں ملا ہے اور وہ حیات کامل اور باقی ہے تو اگر فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا تو قصور ہمارے شعور کا ہے نہ کہ اس حیات کا۔ وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ بھی کہتے ہیں۔ برزخیہ ناسوتی کے مقابلے میں ہے کہ ان کو پورا احساس ہے۔ لیکن ہمیں احساس نہیں ہے۔

باقی یہ بات کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے تو پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص تو اس کا جواب یہ ہے کہ

حیات برزخی کے کئی مراتب ہیں۔ایک مرتبہ تو تمام مؤمنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ تنعیم قبر کی ہر مومن کو حس ہے دوسری مرتبہ کی حیات شہداء کی ہے جو تمام مؤمنین کی حیات برزخیہ سے اقویٰ ہوگی۔عام مؤمنین کی حیات برزخیہ بنسبت شہید کی حیات برزخیہ کے کمزور ہوتی ہے۔اگر چہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بھی بدرجہا اعلیٰ ہے (یہ فقرہ غور سے پڑھیں جیسے میں نے عذاب وثواب قبر کے مسئلہ میں بتایا تھا کہ وہاں جو حیات ہے احساس اور شعور کے اعتبار سے یہاں سے وہاں کا احساس اور شعور بہت زیادہ قوی ہے)

حضرت نے بالکل یہی الفاظ لکھے ہیں کہ اس کملی حیات میں چونکہ روح کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں (چونکہ وہاں روح کی ساری ذمہ داریاں ختم ہیں) اس لئے وہاں عام مسلمان کی حیات بھی عام مسلمان کی اس حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ان کا ادراک اور شعور اس حیات کے ادراک اور شعور سے اقویٰ ہوتا ہے۔اس لئے آپ ﷺ اسمع فرمار ہے ہیں کہ زیادہ سننے والے ہیں۔بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض جگہ شہداء کی قبریں کھودی گئیں تو ان کی لاش صحیح سالم نہیں ملی۔

حضرت فرماتے ہیں مشاہدہ دونوں طرف ہے بہت سارے مشاہدات ایسے ہیں کہ شہداء کے جسم صحیح سالم ملے ہیں اور اگر کسی جگہ نہیں ملے تو پہلی بات تو یہ ہے ہوسکتا ہے کہ ہم اس کو شہید سمجھتے ہیں وہ عنداللہ شہید نہ ہو۔کیونکہ شہادت کے لئے کچھ باطنی شرائط بھی تو ہیں کہ اس میں اخلاص ہو دین اسلام کے لئے لڑ رہا ہو۔وغیرہ وغیرہ!

دوسرا یہ کہ شہید کے جسم کو زمین نہیں کھاتی بعض جگہ زمین میں تیزابی مادی ہوتے ہیں جو زمین نہیں ہوتے تو ایسا ہوسکتا ہے کہ شہید کے جسم کو زمین نے نہ کھایا ہو بلکہ زمین میں جو تیزابی مادے ہیں انہوں نے ختم کردیا ہو تو یہ اس بات کے خلاف نہیں، دیکھیں بحیرہ لوط جس کا دوسرا نام بحیرہ مردار ہے یہ نمکین سمندر ہے۔جب لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں تو یہ سمندر وہاں بنا تھا۔آج تک اس پانی میں عذاب کا اثر موجود ہے۔اگر اس میں آدمی گرجائے تو ایسے ختم ہوجاتا ہے۔جیسے نمک پانی میں سائنس دان اس پانی کو لیبارٹریوں میں لے گئے اور خوب چیک کیا کہ اس میں کون سا تیزاب موجود ہے۔لیکن وہ کہتے ہیں کہ جتنے تیزاب ہم نے دریافت کئے ان میں سے کوئی تیزاب بھی اس میں موجود نہیں تو جیسے اس پانی میں آج تک اثر موجود ہے۔اسی طرح زمین میں بھی مٹی کے علاوہ کئی ایسے مادے ہوتے ہیں۔ایسے چشمے نکلنے شروع ہوجاتے ہیں جس سے غسل کرنے سے بیمار تندرست ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔بسا اوقات پتہ چلتا ہے کہ اس پانی میں گندھک زیادہ ہے۔اب گندھک چونکہ مصفّی خون ہوتی ہے اس لئے پھوڑے پھنسی والے آدمی جب غسل کریں گے تو شفا ہوجاتی ہے۔

اس لئے حضرت فرماتے ہیں اگر کسی جگہ ایسا واقعہ ہوا ہو کہ واقعتاً کوئی آدمی شہید تھا لیکن جسم پاک صحیح سالم نہیں نکلا تو اس زمین میں کوئی اور مادے ہوں گے جو شہید کے جسم پر اثر انداز ہوتے ہوں گے۔فرمایا اب شہید کی حیات میں دوسرا اثر بھی ہوگا کہ اس کے جسم کی حفاظت بھی روح کررہی ہے۔

تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء کرام ﷩ کی حیات برزخیہ کا ہے، برزخیہ کا معنی وہ نہیں جو یہ مماتی لوگ لیتے ہیں یہ کہتے ہیں برزخی کا معنی ہے کہ روح اعلیٰ علیین میں ہے جسد اطہر مدینے میں ہے اور درمیان میں اللہ نے دیواریں کھڑی کردی ہیں تاکہ ان کی آپس میں بات چیت نہ ہوجائے کوئی تعلق قائم نہ ہوجائے۔یہ مطلب

جو مماتی لیتے ہیں دنیا کی کسی کتاب میں قطعاً موجود نہیں۔ برزخ کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے روح تو ہمیشہ ہی ہم سے پردے میں ہے جسم کبھی پردے میں چھپ جاتا ہے۔ کبھی ظاہر ہو جاتا ہے تو اس لئے روح کے لئے برزخیہ کا لفظ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ چھپی ہی رہی اور نظر نہیں آتی۔

اب برزخ کا معنی یہ ہے کہ جو حیات جسم کی کھلی ہے سب کو نظر آرہی ہے وہ کھلی حیات ہے اور جو جسم کی حیات چھپی ہوئی ہے وہ برزخی حیات ہے تو برزخ کا تعلق جسم کے ساتھ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ شہداء کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے وہ اثر وہی جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے اجسام مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی اور جیسے میں نے بتایا جسم کی حفاظت کرنا روح کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اب جسم کا محفوظ رہنا یہ روح کا اثر ہے تو جیسے دھوپ کو دیکھ کر جو سورج کا اثر ہے ہمیں سورج کا پکا یقین ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ جسم کا محفوظ رہنا حیات کی زبردست دلیل ہے کہ روح کا تعلق موجود ہے اور روح جسم کی حفاظت کر رہی ہے یہ اثر تو محسوس ہے اور حدیث میں بھی آگیا ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

دوسرا اثر محسوس تو نہیں لیکن منصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دوسرے اثرات یہ ہیں کہ باقی لوگ حتیٰ کہ شہید بھی اگر شہید ہو گیا تو اس کے اموال اس کی ملکیت سے نکل گئے۔ اس کی ازواج اس کے نکاح سے نکل گئیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اموال بھی ان کی ملکیت رہتے ہیں اس لئے ان کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج بھی ان کے نکاح میں رہتی ہیں اس لئے ان پر عدت ہے نہ عدت کے بعد کسی اور جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کو مرقات میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے تو فرمایا حیات انبیاء علیہم السلام کے یہ وہ آثار ہیں جو حیات شہداء میں بھی پائے نہیں جاتے تو اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ حیات شہداء کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہے۔ آگے فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر سب کا اتفاق ہے اور جسم پاک کا محفوظ ہونا تو کافر بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ اسی پر واقعہ لکھا ہے۔

تاریخی واقعہ

ایک مرتبہ دو کافر آپ کا جسد اطہر نکالنے کے لئے آگئے تھے تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے اور میں نے خود پڑھا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے چند صدی بعد پانچویں صدی کا یہ واقعہ ہے۔ دو کافر مسلمانوں والا لباس بنا کے تسبیحات گلے میں لٹکا کر ہاتھوں میں ڈال کے آگئے اور روضہ اطہر کے قریب ہی کوئی کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ اب وہ سارا دن تسبیحیں چلاتے۔ نفل پر نفل پڑھے جا رہے ہیں اور نہ کسی کی دعوت قبول کرتے ہیں بلکہ خود لوگوں کی دعوت کرتے ہیں اس لئے خوب شور تھا کہ بڑے نیک صوفیاء کرام آگئے ہیں اور رات کو سرنگ نکالتے جتنی مٹی نکالتے دور جا کر پھینک آتے اور صبح پھر اوپر مصلیٰ بچھا کر نفل شروع کر دیتے۔ یہ کام وہ کر رہے تھے تو سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ کو حضور ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا کہ دو کتے مجھے ستا رہے ہیں اور ان کی شکل بھی دکھائی کہ یہ ہیں۔ نورالدین زنگی اٹھا اور وزیر کو بلوا کر مشورہ کیا کہ حضرت پاک ﷺ خواب میں ملے ہیں اور یہ فرمایا ہے۔ شاید مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آنے والا ہو۔

پھر حضرت پاک کی دوبارہ زیارت ہوئی اور فرمایا تو دیر کر رہا ہے جلدی پہنچ تو پھر سلطان نے کسی کا انتظار بھی نہیں کیا۔ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوا اور بھاگ نکلا اور جو دو چار ساتھی ملے وہ ساتھ لے لئے۔ مدینہ منورہ پہنچے تو پتہ کیا لوگوں نے کہا یہاں تو کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ سلطان نے حکم دیا سب کی دعوت کر دو۔ مدینہ سے باہر آکر دعوت

کھائیں اور سلطان خود کھڑے ہو گئے اور جو بھی آتا تھا اسے دیکھتے تھے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کون کون رہ گیا ہے لوگوں نے کہا کوئی بھی نہیں رہ گیا۔ بادشاہ نے کہا بالکل غلط ہے۔ حضرت مجھے خواب میں ملے ہیں اور حضرت کا دیکھنا حق دیکھنا ہے، کوئی رہ گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی دو بزرگ ہیں وہ کسی کی دعوت میں نہیں جاتے وہ رہ گئے ہیں۔ فرمایا ان کو گرفتار کر کے لاؤ۔ کیوں میری دعوت پر نہیں آئے۔

لوگوں نے کہا وہ بہت بزرگ ہیں کیسے گرفتار کریں بادشاہ نے کہا جو بھی ہیں ضرور گرفتار کر کے لاؤ۔ جب لائے تو دیکھا تو وہی شکلیں تھیں جو بادشاہ نے خواب میں دیکھی تھیں۔ اب فرمایا ان کو دعوت نہیں کھلانی ان کی پٹائی کرو۔ جب خوب پٹائی کی تو پھر انہوں نے بتایا کہ ہم سرنگ لگا رہے ہیں ان کو لے گئے جا کر دیکھا بادشاہ سرنگ میں اترا تو دیکھا حضرت پاک کا قدم مبارک تھوڑا سا ننگا ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسے دیئے اور پھر باہر آ کر روضہ پاک کے اردگرد پانی تک کھدوا کے سکہ اس میں بھروا دیا تا کہ آئندہ کوئی آدمی نقب لگانے کی کوشش ہی نہ کرے۔

اب یہ واقعہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا اس سے پتہ چلا کہ کافروں تک کو اعتبار ہے کہ حضرت کا جسد اطہر محفوظ ہے، اس لئے انہوں نے کوشش کی کہ حضرت کے جسد اطہر کو چوری کر لیا جائے اور پھر ہم شور مچائیں گے کہ تم جو کہتے ہو کہ نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اس کا جسم پاک محفوظ ہوتا ہے ہمیں دکھاؤ کہاں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادت نور الدین زنگی کو خواب میں حضرت پاک ﷺ کی زیارت کروا دی اور اس وجہ سے حضرت پاک ﷺ کا جسد اطہر محفوظ رہا۔

دوسرا واقعہ

اس طرح کا واقعہ ابن حجر نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک آدمی تھا وہ روضہ پاک کے پاس بیٹھا درود شریف پڑھتا رہتا تھا کوئی کھانا لا دیتا تو کھا لیتا ورنہ بھوکا ہی بیٹھا رہتا تھا روزہ رکھ لیتا شام کو کوئی کھانا دیتا تو کھا لیتا ورنہ بھوکا رہتا۔ عاشورے کے دن آ گئے کسی نے اعلان کیا کہ دعوت ہے جتنے لوگ مسجد نبوی میں ہیں سب چلو وہ چلے گئے۔ اس کو کہا تو کون سی دعوت کھائے گا وہ سمجھ گیا کہ یہ شیعہ ہے اس نے کہا میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعوت کھاؤں گا۔ بس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی اس کو غصہ آیا اور پکڑ لیا اور بہت پیٹا اور پیٹنے کے بعد ناک کان کاٹ ڈالے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو اس نے ناک اور کان ہاتھ میں لئے اور روضہ پاک پر حاضر ہو کر رونے لگا۔ روتا رہا نیند آ گئی تو خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی اور ناک اٹھائی اور اس کو لعاب مبارک لگا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اسی طرح کان اٹھائے اور کانوں کی جگہ پر رکھ دیئے۔

اب یہ صبح اٹھا تو ناک کان بالکل ٹھیک تھے پھر ایک سال گزر گیا پھر جب عاشورے کا دن آیا تو لوگ آئے تو انہوں نے دعوت کا اعلان کیا۔ اب میں پھر دعوت کھانے کے لئے چلا گیا دعوت میں کیا دیکھا کہ گھر تو وہی ہے لیکن آدمی اور ہے اور نوجوان ہے انہوں نے مجھے وہی بات پوچھی کہ کس کی دعوت کھاؤ گے۔ حضرت حسین کی یا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔ میں نے کہا میں نے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی دعوت کھانی ہے جب یہ جملہ منہ سے نکالا تو میں تیار ہو کے بیٹھ گیا کہ اب پھر پٹائی ہو گی۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اب پہلے سے زیادہ پٹائی ہو گی لیکن جب یہ جملہ میرے منہ سے نکلا تو وہ دونوں نوجوان مجھے پیٹنے کی بجائے دھاڑیں مار مار کے رونے لگے۔ رو رہے

تھے اور ٹکریں مار رہے تھے، دیواروں پر اور میں بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ابھی پٹائی ہوگی لیکن یہ رونا شروع ہو گئے ہیں۔ وہ جب رو رو کے تھک گئے تو میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے تو وہ ایک کمرے میں مجھے لے گئے وہاں دو خنزیر باندھے ہوئے تھے انہوں نے کہا یہ ایک باپ ہے ہمارا، دوسرا چچا ہے۔ انہوں نے کہا پچھلے سال یہاں کوئی آدمی دعوت کھانے آیا تھا اور اس نے یہی فقرہ کہا تھا جو تو نے کہا تھا اور انہوں نے خوب پٹائی کی اور اس کے ناک اور کان کاٹ ڈالے تو وہ چلا گیا اس کے بعد ہم بھی سو گئے یہ بھی سو گئے ہم سوئے ہوئے تھے کہ اچانک چیخ کی آواز آئی جب ہم اٹھے تو یہ دونوں خنزیر بنے ہوئے تھے۔

وہ کہنے لگے اب ہمیں یہ تو پتہ نہیں کہ وہ آدمی زندہ ہے یا نہیں لیکن یہ دونوں خنزیر بنے ہوئے ہیں تو پھر اس نے کہا آپ جو قسم کہیں میں اٹھاتا ہوں میں وہی آدمی ہوں جس کے انہوں نے ناک کان کاٹے تھے۔ اس کے بعد میں نے انہیں کہا تمہیں ابھی تک شرم نہیں آئی ابھی تک شیعہ ہو تو پھر وہ کہتے ہیں تو واقعی وہ ہے میں نے کہا چل کر پتہ کر لیں وہ آئے میرے ساتھ اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ مجاور وہی ہے جو پچھلے سال تھا یا نیا ہے لوگوں نے کہا وہی ہے تو پھر وہ دونوں سنی ہو گئے۔ یہ لوگ چونکہ اشرف الجواب کا نام بہت لیتے ہیں۔ اس لئے تین واقعات میں نے اشرف الجواب سے ہی سنا دیئے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ وہ حیات کے قائل نہیں ہیں یہ تصور بالکل غلط ہے تو عذاب قبر اور حیات النبی ﷺ کے بارے میں میں نے بات واضح کر دی۔

عبدالرحیم نظامی مماتی کا طریقہ

شاہ صدر دین میں ان کا آدمی ہے عبدالرحیم نظامی اس کا طریقہ یہ تھا کہ ہر دو ماہ کے بعد اپنا عقیدہ لکھ کر یہاں بھیج دیتا۔ اب یہاں سے جواب جاتا پھر وہی سوال لکھ کر بھیج دیتا تو دارالافتاء والوں نے مجھے کہا کہ یہ چار پانچ مرتبہ آیا ہے اب کیا کریں؟ میں نے کہا سوال مجھے دے دیں تو اس نے عقیدہ لکھا تھا میں نے جواب لکھا اور ساتھ لکھا کہ اب اس کا جواب لانا ہے صرف عقیدہ نہیں لانا۔ اب تک تین سال گزر چکے ہیں وہ واپس نہیں آیا۔ اب میں نے سنا ہے کہ اس نے کہیں اپنا عقیدہ چھپوا دیا ہے۔ اس نے یہ عقیدہ لکھ کر بھیجا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی، آپ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔ قیام قیامت تک وہیں عیش و عشرت میں رہے گی، قیام قیامت کے وقت آپ کی روح آپ ﷺ کے جسم مبارک میں داخل ہوگی۔ پھر آپ ﷺ زندہ ہو کر قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔ باقی موت سے تا قیامِ قیامت آپ کا جسم اگرچہ محفوظ و معطر رہے گا جیسا کہ اب بھی ہے مگر اس میں روح موجود نہیں۔ حاصل یہ کہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔

جواب از اوکاڑوی رحمہ اللہ

میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ عقیدہ اس تفصیل کے ساتھ اہل سنت کی کون سی کتاب میں مذکور ہے۔ پوری عبارت باحوالہ لکھیں۔ کیونکہ اگر یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے تو اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہونا چاہئے۔ ہم حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور یہ عقیدہ ہماری کتابوں میں ہے، ہم حیات مسیح کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ ہماری کتابوں میں مذکور ہے، ہم تقدیر کے قائل ہیں ہماری کتابوں میں تقدیر کا عقیدہ ہے، ہم عذاب و ثواب قبر کے قائل ہیں

ہماری کتابوں میں یہ عقیدہ مذکور ہے۔ لیکن جو فرقے نئے عقیدے بناتے ہیں ان کے نئے عقیدے پرانی کتابوں میں مذکور نہیں ہوتے۔ اب مرزائی اگرچہ قرآن کا نام لیتے ہیں کہ قرآن میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے لیکن کسی عقائد کی کتاب میں یہ بات نہیں ملے گی اور یہ بات میں نے آپ کو ہر مسئلہ بتانا اور مسئلہ بنانا کے عنوان سے پہلے بتا دی تھی۔ اس لئے پہلا سوال میں نے یہی کیا ہے کہ کیا یہ عقیدہ سنیوں کی کسی کتاب میں ہے؟ اگر ہے تو حوالہ دیا جائے۔ اگر نہیں بلکہ قادیانیوں کی طرح نیا گھڑا گیا ہے تو یہ نہیں کہ ہم اس پر بات نہیں کریں گے بات تو پھر بھی کر لیں گے لیکن پھر آپ کو سنی سمجھ کے نہیں کریں گے۔ اب پہلی بات اس نے لکھی ہے آپ ﷺ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی۔

جواب: اس کے بارے میں میں نے وضاحت کر دی تھی کہ وقوع موت نہ کسی آیت میں ہے نہ کسی حدیث میں ہے اور یہ کہا کرتے ہیں کہ عقیدہ وہی ہے جو قرآن کی آیت قطعی سے ثابت ہو یا حدیث متواتر سے ثابت ہو تو عبدالرحیم نظامی کے اس پہلے عقیدے کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ایک ہے وعدہ موت، ایک ہے وقوع موت۔ وعدہ موت تو ہمارا بھی ہے۔ قرآن میں ہے ''كل نفس ذائقة الموت'' (العنکبوت: ۵۷) لیکن وقوع موت قرآن میں کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ حضور ﷺ فوت ہو چکے ہیں یا حدیث میں ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکا ہوں تو ان کا پہلا عقیدہ وقوع موت والا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ دن رات رٹ یہ لگاتے ہیں کہ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو قرآن میں ہو یا حدیث متواترہ سے ثابت ہو اور ان کا یہ عقیدہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

دوسرے نمبر پر لکھا ہے آپ ﷺ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی اور روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔

جواب: اس نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات خروج روح سے ہوئی ہے روح تو کسی کو نظر نہیں آتی اس کو کیسے نظر آ گئی کہ خروج روح سے وفات ہوئی۔ ''الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها'' (الزمر: ۴۲) اللہ تعالیٰ روحوں کو قبض کرتے ہیں۔

میں رحیم یار خان گیا تو مولانا عبدالرؤف صاحب نے فرمایا بیان کر دیں میں نے کہا ٹھیک ہے بیان کر دوں گا لیکن کھانا بھائی اسلم صاحب کے ہاں ہی کھاؤں گا۔ کیونکہ وہ ناراض ہوتا ہے کہ آپ آتے ہیں اور ہمارے گھر کھانا بھی نہیں کھاتے۔ اب انہوں نے سارے رحیم یار خان میں اعلان کر دیا۔ جب میں واپس آیا تو مجھے کہا یہاں صرف غیر مقلدین کے بارے میں تقریر کرنی ہے حیات ممات کا مسئلہ نہیں چھیڑنا کیونکہ میرے ابا جی بھی حیات کے قائل نہیں تھے تو میں نے کہا جب درد آنکھوں میں ہو تو پٹی پیر پر تو نہیں باندھنی چاہئے۔ بلکہ آنکھوں پر ہی باندھنی چاہئے۔ وہ کہنے لگا نہیں جی آپ ایسا نہ کریں۔ میں نے کہا پھر میں تقریر کرتا ہی نہیں، وہ کہنے لگے اب اعلان ہو گیا ہے لوگ جمع ہیں آپ تقریر کر دیں۔ خیر پھر میں نے سوچا کہ چلو غیر مقلدین کے بارے میں ہی کر دیتے ہیں۔ میں نے تقریر کر دی۔

اب مجھے تو روکا کہ اس بارے میں بات نہیں کرنی جب تقریر کے بعد فارغ ہو کر دفتر میں آئے کھانا تو میں کھا چکا تھا بھائی محمد اسلم صاحب کے ہاں تو محمد ان کا کوئی مفتی ہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کا لڑکا پانچ چھ آدمیوں کو ساتھ لے کر بیٹھا تھا۔ مجھے کہنے لگا آپ سے بات کرنی ہے میں نے کہا مجھے تو بات کرنے سے روک دیا تھا۔ آپ کو کیسے اجازت دے دی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پر اعتراض اور اس کا جواب

مجھے کہنے لگا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے یہ جو لکھا ہے کہ حضرت پاک ﷺ کی روح جسم میں مرکوز کر دی گئی تھی دل میں، باہر نہیں نکالی گئی تھی۔ یہ قرآن کی نص قطعی کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کون سی نص قطعی کے خلاف ہے کہنے لگا: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' کے خلاف ہے۔ میں نے کہا اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس نے کہا اللہ قبض کر لیتا ہے روح کو۔ میں نے کہا قبض کے کتنے معنی ہوتے ہیں۔ اب اس کے ہاتھ میں رومال تھا میں نے پکڑ لیا میں نے کہا ایک تو یہ قبض ہے کہ تیرے پاس تھا میں نے پکڑ لیا۔ اب یہ تیرے پاس نہیں رہا۔

تیرے ذہن میں قبض کا یہ معنی ہے اور ایک قبض بسط کے مقابلے میں ہے میرا ہاتھ کھلا تھا میں نے بند کر لیا یہ بھی قبض ہے۔ روح پورے جسم میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کو دل میں مرکوز کر لیا یہ بھی تو قبض ہے۔ میں نے کہا اس کا مطلب ہے کہ مولانا نانوتوی کو دونوں معنی آتے تھے تجھے ایک آتا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ قرآن کے مخالف نہیں تھے وہ کہنے لگا اس پر کوئی دلیل؟ میں نے کہا دلیل وہی نیند والا مسئلہ کہ انبیاء علیہم السلام کی نیند بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے نیند میں وضو نہیں ٹوٹتا اور ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے تو جیسے نیند میں یہ بات ہوتی ہے تو چونکہ موت نیند کی بہن ہے یہاں بھی یہی بات ہوئی۔ بات پوری یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس دنیا میں جو اجسام دیئے ہیں وہ بھی جنت کے خواص والے ہیں جیسے جنت کے جسموں کے بارے میں آتا ہے کہ وہاں پیشاب پاخانہ نہیں ہوگا۔ خوشبودار پسینہ نکلے گا تو حضرت پاک ﷺ کا پسینہ یہاں بھی خوشبودار تھا۔ یہ احادیث میں منصوص اور بالکل واضح ہے۔ جیسے جنت کی چیز کے بارے میں آتا ہے کہ وہ چیز گلے سڑے گی نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ گلتے سڑتے نہیں۔ کیونکہ ان کے اندر جنت کی مٹی کا اثر شامل ہے۔ چونکہ اصل حیات ہے۔ اس لئے ان کا سارا علم کلام دو باتوں پر چلتا ہے کہ ایک وصف ہوتا ہے موصوف بالذات، ایک ہوتا ہے، موصوف بالعرض۔

موصوف بالذات

موصوف بالذات اس کو کہتے ہیں اگرچہ وہ خدا ہی کی عطاء ہو لیکن اس سے جدا نہ ہو سکے سورج کو روشنی کا وصف اللہ ہی نے عطاء کیا ہے۔ لیکن اب اس کے ساتھ لازم ہے جدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ جو زمین پر روشنی پڑ رہی ہے۔ یہ سورج کے فیض سے آ رہی ہے۔ یہ رات کو یہاں سے چلی جائے گی اور تاریکی آ جائے گی تو یہ روشنی سورج کا ذاتی وصف ہے اور زمین کا عارضی وصف ہے۔ اس طرح آگ میں جلانے کا وصف ذاتی ہے اور پانی میں پیاس بجھانے کا وصف ذاتی ہے۔

اب دوسری بات وہ فرماتے ہیں کہ ذاتی وصف الگ نہیں ہوا کرتا چھپ جایا کرتا ہے۔ اب پانی کا ذاتی وصف تھا برودت ٹھنڈک اس کو آپ نے گرم کر لیا۔ اب اس کے ذاتی وصف کو ختم کرنے کے لئے آپ کو آگ یا سورج کی ضرورت پڑی۔ اب یہ گرم ہو گیا ہے۔ مولانا یہ فرماتے ہیں اب اس کی ٹھنڈک کہیں گئی نہیں یہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب آپ اس کو رکھ دیں گے تو جو باہر سے گرمی آئی تھی وہ جب اٹھ جائے گی تو ٹھنڈک نیچے سے خود ہی آ جائے گی۔ اب اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے باہر سے کسی چیز کو لانے کی ضرورت نہیں ہے تو پتہ چلا کہ اس کی ٹھنڈک

کہیں گئی نہیں تھی۔ وہ اسی گرمی کے غلاف کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔ جیسے یہاں جو اندھیرا ہے وہ کہیں گیا نہیں ہوا یہ جو روشنی کا غلاف اوپر چڑھ گیا ہے اس کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ جب روشنی کا غلاف اٹھ جائے گا تو پھر آپ کو باہر سے گٹھڑیاں باندھ کر اندھیرا لانا نہیں پڑے گا وہ یہاں پہلے ہی موجود ہے۔ چھپا ہوا ہے خود بخود نکل آئے گا تو فرمایا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو جو اللہ نے حیات عطا فرمائی ہے تو جس طرح سورج کی روشنی اللہ ہی کی عطا ہے۔ اسی طرح یہ حیات بھی اللہ ہی کی عطا ہے ان کی ذاتی نہیں۔ لیکن ان کی صفت ذات میں رکھ دی ہے۔ اس لئے موت ان کے لئے ساتر حیات ہے کہ حیات چھپ جاتی ہے قلب میں محفوظ ہو گئی۔ اسی لیے اس میں بعض احکام زندگی کے باقی رہے کہ نہ وراثت تقسیم ہو رہی ہے نہ نکاح ختم ہو رہا ہے۔

میں نے کہا مولانا یہ فرمار ہے ہیں آپ مولانا نانوتوی کی پوری بات کو پڑھتے نہیں اور یہ فتویٰ جلدی سے لگا دیتے ہیں کہ مولانا نانوتوی قرآن کے منکر ہیں تو اس لئے انہوں نے یہاں لکھا ہے کہ اگر قبض کا دوسرا معنی مراد لیا جائے کہ موت ساتر حیات ہے تو پھر عبدالرحیم نے جو لکھا ہے کہ نکل کر چلی گئی تھی تو جاتی کس نے دیکھی۔ اب جب وہ مرکوز ہو گئی تو ہاتھ حرکت نہیں کر رہا کیونکہ ہاتھ میں تو روح نہیں رہی۔ لیکن آیا یہ روح اکٹھی کر کے دل میں مرکوز کر دی گئی ہے یا اوپر کہیں لے گئے ہیں؟ تو یہ تو کسی نے نہیں دیکھا کہ اوپر گئی ہے۔ عبدالرحیم نظامی مماتی کو نظر آ گئی ہو گی اور تو کسی کو نظر نہیں آئی۔

آگے عبدالرحیم لکھتا ہے پھر مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔ اب ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے یا حدیث متواترہ سے۔ اب اس حدیث کی راویہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی تو یہ خبر واحد ہے اور یہ خود کہتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اب ان کو کیا مجبوری پڑ گئی ہے کہ یہ خبر واحد پیش کرنے لگے ہیں۔ پھر اگلی بات میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ الفاظ جنہوں نے کانوں سے سنے ہیں یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ تو اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں جب صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے ابا جی تھے تو قبر پر جاتے وقت پورے کپڑے نہیں سنبھالتی تھی۔ اب عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے سنبھالتی ہوں تو قبروں میں کچھ ہے تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا اہتمام کرتی ہیں تو جنہوں نے اپنے کان سے یہ سنا ہے انہوں نے تو حیات فی القبر کا انکار نہیں کیا اور یہ چودھویں صدی میں اس کا یہ مطلب لینے لگے ہیں تو بخاری میں باب وفات نبی میں یہ روایت موجود ہے۔ وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک ہی راوی ہیں حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ۔

اب جنہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ تو حیات فی القبر کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے تین دن روضہ پاک سے آذان کی آواز سنی ہے، دارمی شریف میں یہ روایت صحیح سند سے موجود ہے۔ حیات انبیاء للبیہقی میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ جب حرّہ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ یہ کہیں اندر رہ گئے، کہتے ہیں رات کو نماز کے وقت کا پتہ نہیں چلتا تھا تو روضہ پاک سے باقاعدہ آذان کی آواز آتی تھی اور میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے۔ اب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس قبر میں حیات کے قائل ہیں۔

شفاء السقام میں ہے کہ ہمسائے دیوار میں میخ ٹھونک رہے تھے تو کھٹ کھٹ کی آواز آ رہی تھی تو اماں جی نے پیغام بھیجا کہ اس آواز سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانی ہو رہی ہے تو یہ پریشانی اسی قبر میں ہو رہی تھی یا کسی اور جگہ؟ یقیناً اسی قبر میں ہو رہی تھی تو معلوم ہوا کہ اماں جی اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ اب اس حدیث کا مطلب اماں جی

زیادہ سمجھتی ہیں یا عبدالرحیم نظامی زیادہ سمجھتا ہے؟ حضرت سعید بن مسیب زیادہ سمجھتے ہیں یا عبدالرحیم؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ہے ہی خبر واحد، دوسرے نمبر پر اس کے جو روایت کرنے والے ہیں وہ حیات فی القبر کے قائل ہیں۔

اور مماتی جو دوسری روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''والجنة مأواه'' اس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں جو پکے حیات فی القبر کے قائل ہیں اور صرف نبیوں کی حیات کے نہیں بلکہ عام مردوں کی حیات اور سماع کے بھی قائل ہیں۔ کیونکہ بخاری میں ''انه یسمع قرع نعالهم'' کے راوی بھی یہی ہیں۔ اب ان حدیثوں کے راویوں نے تو ان احادیث کی بنا پر عوام کے سماع کا انکار نہیں کیا چہ جائے کہ نبی پاک کی حیات کا انکار کریں اور ڈیرہ غازی خان میں اب نبی پاک کی حیات کا انکار ہونے لگا ہے۔

پھر میں نے یہ پوچھا ہے کہ رفیق اعلیٰ ہے کہاں؟ اس کا معنی تو اعلیٰ مقام ہے اور حضرت پاک ﷺ کے روضہ پاک سے اعلیٰ دنیا میں اور کوئی مقام ہے ہی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔ میں نے سوال میں یہی پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک نے فرمایا تھا ''اللهم بالرفيق الاعلى'' تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا صرف روح نے اور کیا جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اسی جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق الاعلیٰ ہے۔ اب یہ بات تو نہیں ہوسکتی کہ کہیں دونوں اور ایک بے وفائی کر جائے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔ جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے اور وہ جگہ ''روضة من رياض الجنة'' ہے۔

آگے لکھتا ہے کہ قیامت تک وہیں رہے گی۔ مشکوٰۃ کتاب الجنائز میں عوام کے بارے میں بھی یہی ہے کہ روح جاتی ہے علیین میں نام لکھا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ردوه الى الارض'' اس کو زمین کی طرف لے جاؤ ''منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ'' (طٰہٰ:۵۵) اسی زمین میں یہ جائیں گے۔ اب وہاں تو ہے کہ روح علیین سجین میں جاتی ہے۔ پھر واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ کہتا ہے قیامت تک وہیں رہے گی۔ اس پر کوئی خبر واحد بھی ان کے پاس نہیں ہے۔ چہ جائے کہ خبر متواتر ہو یا قرآن پاک کی کوئی آیت ہو اور یہ خود کہا کرتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔

اب ان سوالات کے تین صفحات میں نے لکھ کر بھیجے ہوئے ہیں، لیکن ابھی تک جواب نہیں آیا۔ اسی کے آگے اس نے لکھا ہے قیامت میں وہ روح داخل کی جائے گی۔ اس کے بارے میں بھی کوئی آیت یا حدیث صراحتاً ہماری نظر میں نہیں ہے اور جو خبر واحد میں آتا ہے رد روح کے بارے میں تو یہ ایسے ہے جیسے نیند کے بعد کہتے ہیں ''الحمدلله الذى رد الى روحى'' حالانکہ نیند میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے لیکن وہ چھپا ہوتا ہے بیداری میں کھلا ہوتا ہے تو چھپے تعلق سے کھلی حیات میں آنے کو رد روح کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگر کہیں رد روح کا لفظ آ بھی جائے تو اس سے یہی مراد ہے کہ قیامت کو کھلی حیات مل جائے گی اور اس سے پہلی جو حیات ہے وہ چھپی حیات ہے ہم بھی اس کو چھپی حیات ہی کہتے ہیں نہ کہ کھلی حیات۔

اور اس نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر محفوظ ہے تو میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس حدیث میں جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا ذکر ہے اسی میں حیات کا ذکر ہے اب یا تو پوری حدیث کا انکار کرنا چاہئے یا پوری کو ماننا

چاہئے۔ یہ کوئی ایسی آیت یا حدیث لائیں جس میں جسم کے محفوظ ہونے کا ذکر ہو اور حیات کے نہ ہونے کا ذکر ہو۔

پھر اس نے آگے لکھا ہے کہ ہم حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔ میں نے جواب میں یہ لکھا کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو آیتیں حیات والی پڑھتے ہیں حدیثیں وہ پڑھتے ہیں جن میں حیات کا لفظ ہے اور تم قائل حیات کے ہو اور پڑھتے: ''انک میت و انھم میتون'' (الزمر: ۳۰) ہو۔ اس لئے اگر تم تقیہ باز نہیں ہو تو وہ آیات اور احادیث لکھ کے بھیجو جن میں لفظ حیات کا ہو۔ میں نے کہا چور کو پکڑنے کا یہی طریقہ ہے۔ اب وہ کہے گا میں حیات کا قائل ہوں۔ جب اس کو کہیں گے کہ آیت پڑھو تو پڑھے گا: ''انک میت و انھم میتون'' یہ حیات کا عقیدہ تو نہ ہوا بلکہ موت کا ہوا تو اس لئے میں نے لکھ کے بھیجا تھا کہ جس طرح ہم حیات کے قائل ہیں اور آیتیں بھی حیات والی پڑھتے ہیں۔ ہم حیات کے قائل ہیں۔ حدیثیں بھی حیات والی پڑھتے ہیں۔ ہم حیات کے قائل ہیں۔ اجماع والی نصوص لفظ حیات سے پیش کرتے ہیں۔ آپ بھی اگر اس عقیدے میں حیات کے قائل ہیں تو ایسی آیات اور احادیث پڑھیں جن میں حیات کا ذکر ہو۔ ہمارے مولوی اسماعیل کاظمی صاحب کہتے ہیں شیعوں نے تو تقیہ کیا ہے لیکن انہوں نے تو تقیہ کا لحاف اوڑھا ہوا ہے۔ حیاتی بن کے ہمارے مدرسوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ پھر باہر جا کر مماتی بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں بڑی تحقیق کے بعد ہم مماتی ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ مسائل ہیں جو اہل سنت والجماعت کے اتفاقی مسائل ہیں۔

غیر انبیاء کا سماع

غیر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف ہے۔ لیکن وہ اختلاف کیا ہے؟ جو عقیدہ موجودہ اشاعتیوں کا ہے اس کا تو کوئی بھی دنیا میں قائل نہیں۔ یہ بالکل سماع کی نفی کرتے ہیں۔ اس کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سماع فی الجملہ ہے کہ جو باتیں نصوص میں آگئیں مثلاً سلام کریں گے وہ سنیں گے تلقین کی جائے وہ سنیں گے اور جن کا نصوص میں صاف طور پر ذکر نہیں آیا۔ اس میں دو مسلک ہیں ایک یہ ہے کہ ہم خاموشی اختیار کریں گے نہ اس میں سماع کے قائل ہوں گے نہ عدم سماع کے اور ایک مسلک یہ ہے کہ ہم نفی کریں گے وہ کہتے ہیں اصل عدم سماع ہے۔ اب یہی بات سوچنے کی ہے کہ اصل سماع ہے یا عدم سماع؟

صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

صوفیاء کرام غیر انبیاء کے سماع کے سو فیصد قائل ہیں کہ اسی قبر میں مردہ سنتا ہے اور فقہاء اٹھانے فیصد قائل ہیں، دو فیصد قائل ہیں وہ بھی ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے قسم والے مسئلے سے جو استدلال کیا ہے چونکہ وہ بڑے آدمی ہیں جیسے ان کے بعض اور تفردات ہیں مثلاً سارے لوگ کہتے ہیں کہ بیس تراویح سنت ہے وہ کہتے ہیں آٹھ سنت ہیں بارہ مستحب ہیں۔ یہ شیخ ابن ہمام کا اپنا تفرد ہے۔ اس طرح اس مسئلے میں بھی ان کا یہ تفرد ہے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ سماع فی الجملہ ہے اور ضابطہ عدم سماع ہے اور جتنا ثابت ہو جائے گا وہ مان لیں گے جو ثابت نہیں ہوگا وہ نہیں مانیں گے۔ لیکن مماتی تو یہ بھی نہیں مانتے کہ مردہ سلام سنتا ہے اور یہ تو تلقین کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ابن ہمام نے سلام کے سماع کا قول بالکل واضح لفظوں میں کیا اور تلقین کے بارے میں پورا باب لکھا ہے۔

سماع موتی کا تعلق کفر اسلام سے نہیں

ایک اہم بات یہ یاد رکھیں کہ سماع موتی کے مسئلہ کا تعلق نہ کفر کے ساتھ ہے نہ توحید کے ساتھ ہے۔ اتنی بات تو سارے مانتے ہیں۔ مثلاً یہ زید بیٹھا ہے زندہ ہے اس کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا تو زندہ کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ عبدالرحیم نظامی سوال پوچھا کرتا ہے کہ حضرت پاک ﷺ کتنے فٹ سے سنتے ہیں کوئی آیات یا حدیث ہونی چاہیے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ آپ زندہ ہیں آپ کتنے فٹ سے سنتے ہیں۔ کوئی آیت یا حدیث ہونی چاہیے۔ کیونکہ تو آخر اپنے سماع کا قائل ہے تو تو بھی فٹ اور انچ گن کے حدیث سے دکھا۔

دیکھیں بات سیدھی سی ہے کہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا، اسی طرح جہاں سے حضرت خود سنیں گے تو سن لیں گے جہاں سے نہیں سنیں گے تو فرشتے پہنچا دیں گے اور اگر سماع کے لئے فٹ انچ بھی چاہئیں تو پھر تیرا اپنا سماع بھی ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ نظامی اتنے فٹ سے سنتا ہے اتنے انچ سے سنتا ہے۔ اب یہ زید کا ایک بت ہے اس میں بھی اتفاق ہے کہ یہ نہ قریب سے سنتا ہے نہ دور سے۔ ان دونوں باتوں میں اتفاق ہے۔ تیسری بات ہے زید کی قبر کہ یہ قبر میں سنتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ اب زندہ زید سنتا ہے اس میں اتفاق ہے اور کیوں سنتا ہے اس لیے کہ اس میں روح ہے وہ بت کیوں سنتا اس لیے کہ اس میں روح نہیں تو پتہ چلا کہ سننے نہ سننے کا تعلق کفر اسلام سے نہیں، روح سے ہے۔ خود مولانا غلام اللہ خان نے جواہر القرآن میں یہ لکھا ہے کہ جو روح کو قبر میں مانتے ہیں وہ سماع کے قائل ہیں جو روح کو علیین سجین میں مانتے ہیں۔ وہ سماع کے قائل نہیں تو مولانا غلام اللہ خان بھی یہ مان گئے ہیں کہ سماع کا تعلق روح کے تعلق سے ہے کفر اسلام سے تعلق نہیں ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اگر قبر میں روح کا تعلق ثابت ہو جائے تو پھر سماع اصل ہے اور اگر تعلق ثابت نہ ہو تو عدم سماع اصل ہے۔ جیسے لکڑی اس میں عدم سماع اصل ہے۔ اگر سنتی ہے تو خرق عادت کے طور پر سنتی ہے۔ اگر بولتی ہے تو خرق عادت کے طور پر بولتی ہے۔ اصل نہ بولنا ہے۔ اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ اگر روح کا تعلق ہو تو اصل سماع ہے اور روح کا تعلق ہوتا ہے، کیونکہ عذاب وثواب قبر تب مانا جا سکتا ہے جب روح کا تعلق مانا جائے جو لوگ بھی عذاب وثواب قبر کے قائل ہیں وہ یہی مانتے ہیں کہ روح کا تعلق ہے تو روح کا تعلق ماننے کے بعد اصل سماع ہے۔ عدم سماع اصل نہیں ہے۔ عدم سماع اصل وہاں ہے جہاں روح کا تعلق ثابت نہ ہو تو جب عذاب وثواب قبر ثابت ہو گیا تو روح کا تعلق ثابت ہو گیا تو اصل سماع ہے۔ اب عدم سماع والوں کو دلیل دینی پڑے گی۔

میں کہتا ہوں وہ آدمی سن رہا ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں بہرا ہے۔ اب وہ بہرا ثابت کرے گا تو عدم سماع ہو گا جب تک اس کو بہرا ثابت نہیں کرے گا اس وقت تک اس کا عدم سماع نہیں ہو گا۔ اب یہ لوگ خود بھی تقریروں میں کہا کرتے ہیں آدمی سنتا تھا، بولتا تھا، چلتا تھا روح گئی سب کچھ ساتھ لے گئی۔ لیکن ہمیشہ آدمی بات کرتے ہیں۔ اگلی بات بتاتے ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں جب روح قبر میں آئی پھر کیوں ننگی ہو کر آئی سب کچھ ساتھ لے آئی ہے۔ اس لئے وہ سنتی بھی ہے دیکھتی بھی ہے۔ اس جسم سے چلتی بھی ہے جیسے خواب میں چلتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ ہم سے پردے

میں ہے۔اس لئے وہ بات پردے میں رہ جاتی ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ ہمیں احساس نہیں۔ یہ نہیں کہیں گے کہ اسے بھی احساس نہیں تو عذاب وثواب قبر روح کا تعلق ماننے کے بعد اصل سماع ہے۔

عدم سماع کی دلیل کس کے ذمہ

یہ آپ کو دھوکہ دیتے ہیں کہیں سے سن لیا یا رشیدیہ میں پڑھ لیا کہ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔اس لئے کہتے ہیں کہ تم سماع کے مدعی ہو اور ہم انکار کرتے ہیں۔دلیل تمہارے ذمہ ہے۔ہمارے ذمہ نہیں۔مماتیوں کی یہ بات اصول کے خلاف ہے۔مدعی وہ ہوتا ہے جو خلاف اصل بات کہتا ہے۔اب جب روح کا تعلق ثابت ہو گیا تو اصل سماع ہے۔اب دلیل اس کے ذمہ ہے جو عدم سماع کا قائل ہے۔

ایک پروفیسر کا واقعہ

ایک دن ایک پروفیسر صاحب میرے پاس آگئے ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔کہنے لگا مولوی صاحب قرآن پاک میں سینکڑوں آیتیں ہیں سینکڑوں کہ مردہ نہیں سنتا، آپ کے پاس کوئی آیت ہے کہ مردہ سنتا ہے۔میں نے کہا آپ اپنی بات سیدھی کرلیں کہ قرآن میں سینکڑوں آیتیں ہیں کہ مردہ نہیں سنتا۔میں نے کہا اس کو صحیح کرلیں۔فقرہ صحیح یہ ہے قرآن پر سینکڑوں جھوٹ بولے جاتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتا۔قرآن میں ایک بھی آیت نہیں ہے کہ مردہ نہیں سنتا۔وہ کہنے لگا وہ تو بہت سی آیتیں پڑھتے ہیں۔میں نے کہا آپ لوگ کون سی آیتیں ہیں۔وہ کہنے لگا مجھے اب یاد نہیں۔میں نے کہا یاد کر کے آنی تھیں۔وہ کہنے لگا وہ پڑھتے ہیں اور یاد تو آپ کو بھی ہوں گی۔خیر میں نے کہا وہ یہ آیت تو نہیں پڑھتے؟

آیت سے عدم سماع کا غلط استدلال

''انک لا تسمع الموتی'' (النمل:۸۰) وہ کہنے لگا جی ہاں یہی پڑھتے ہیں۔میں نے کہا اس کا معنی یہ تو نہیں کہ مردہ نہیں سنتا۔اس کا تو معنی ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سناتے۔یہ کہاں ہے کہ مردہ نہیں سنتا۔اس نے کہا جب آپ نہیں سناتے تو وہ سنتا بھی تو نہیں۔میں نے کہا میں نے آج صبح آپ کو ناشتہ نہیں کروایا۔آپ نے کیا بھی نہیں۔میں نے آج آپ کو پانی نہیں پلایا۔آپ نے پیا بھی نہیں۔میں نے کہا ایک ہے نزل اترنا ایک انزل اتارنا۔اترنا اور ہے، اتارنا اور ہے۔یہاں نفی سننے کی نہیں سنانے کی ہے۔آپ نے کہاں سے سننے کی نفی نکال لی۔میں نے کہا سننے اور سنانے میں فرق ہے۔دعویٰ تیرا یہ ہے کہ مردہ نہیں سنتا دلیل یہ دیتا ہے کہ حضور ﷺ نہیں سناتے۔کہنے لگا جی ہاں سناتے نہیں۔میں نے کہا پھر عدم سماع تو ثابت نہ ہوا۔میں نے کہا یہ آیت بھی تجھے آدمی سناتے ہیں۔آدمی سناتے ہی نہیں۔آیت میں بات پوری ہے کہ کن کو سناتے نہیں اور کن کو سناتے ہیں''ان تسمع الا من یؤمن بآیتنا فھم مسلمون'' (النمل:۸۱) قرآن نے بات پوری بتائی ہے کہ آپ کن کو سناتے ہیں اور کن کو نہیں سناتے۔اب جن کو سناتے ہیں ان کی وضاحت کردی ہے کہ مسلمان ہیں تو پتہ چلا کہ جن کو نہیں سناتے وہ کافر ہیں تو قرآن میں ''انک لا تسمع الموتی'' (النمل:۸۰) میں موتی سے کافر مراد ہوئے تو کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی ہے۔

تشبیہ میں ایک وصف مشترک ہوتا ہے

اب میں نے کہا تشبیہ میں کوئی وصف ہوتا ہے جو دونوں میں مشترک ہو، اب جن کو مردوں سے تشبیہ دی ہے۔ یہ زندہ کافر ہیں یا مردہ۔ زندہ کافروں کو دی ہے تو زندہ کافر حضرت پاک کا وعظ سنتے تھے یا نہیں سنتے تھے؟ سنتے تھے جب حضرت پاک وعظ فرماتے تو کیا خیال ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعظ سنتے تھے اور ابوجہل سنتا ہی نہیں تھا۔ اگر وہ سنتا ہی نہیں تھا تو پھر اس کو کافر کیوں کہتے ہو۔ کیونکہ کافر تو وہ ہے جو سن کر نہ مانے۔ جس نے سنا ہی نہیں اس کو کافر کیوں کہتے ہو تو اگر وجہ تشبیہ عدم سماع مراد لی جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے اور اس کو کافر کہنا بھی غلط ہو جائے گا اور یہ بات بالکل خلاف ہے تو پتہ چلا کہ وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں عدم انتفاع ہے۔

جیسے آپ کہتے ہیں کیا کریں تین ماہ ہو گئے ہیں ڈی سی سنتا ہی نہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے بہرے آدمی کو ڈی سی لگایا ہوا ہے۔ اب میں لڑکے کو کہتا ہوں سبق لکھ، وہ نہیں لکھتا تو میں اسے کہتا ہوں تو سنتا نہیں تو کیا میرا یہ مطلب ہے کہ وہ واقعی نہیں سنتا۔ اگر وہ واقعی نہیں سنتا تو میں کہہ کیوں رہا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ وہ فائدہ نہیں اٹھا رہا میری بات سے تو علت جو ہے وہ عدم انتفاع ہے عدم سماع نہیں تو پتہ چلا کہ جس طرح زندہ کافر سنتا ہے فائدہ نہیں اٹھاتا اسی طرح مردہ بھی سنتا ہے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ وجہ تشبیہ میں تو مردہ کا سننا ثابت ہوا کہ اب وہ سن کر نیا ایمان نہیں لاسکتا۔ اس کا ایمان قبول نہیں۔ کوئی نئی توبہ نہیں کرسکتا۔ اس کی توبہ قبول نہیں تو اسی آیت سے پتہ چلا اگر آیت پوری مانی جائے کہ وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں عدم انتفاع ہے تو اس سے تو پتہ چلا کہ زندہ کافر سنتے ہیں مانتے نہیں۔ فائدہ نہیں اٹھاتے تو پتہ چلا کہ قبروں والے بھی سنتے ہیں فائدہ نہیں اٹھاتے۔

اب یہ آیت ان کی دلیل نہ رہی بلکہ ہماری دلیل بن گئی۔ لیکن وہ کبھی بھی پوری آیت نہیں پڑھتے۔ آدھی آیت پڑھیں گے "لاتقربو الصلوٰۃ" پر ان کا پورا عمل ہے۔ جب میں نے یہ سمجھایا تو کہتا ہے ایک اور آیت بھی ہے۔ میں نے کہا کون سی؟ وہ کہنے لگا مجھے یاد نہیں ہے۔

دوسری آیت سے عدم سماع پر غلط استدلال

میں نے کہا "وماانت بمسمع من فی القبور" (فاطر:۲۲) تو نہیں؟ کہنے لگا یہی ہے۔ میں نے کہا اس کے آگے بھی "ان انت الا نذیر" (فاطر:۲۳) ہے۔ وہ نہیں پڑھتے۔ کبھی وہ بھی سناتے ہیں یا اتنا ہی سناتے ہیں؟ کہنے لگے اتنا ہی سناتے ہیں۔ میں نے قرآن کھول کر سامنے رکھا اور کہا تجھے وہ پوری آیت سناتے نہیں۔ یہاں بھی وہی بات ہے۔ اصل میں دونوں آیتوں کا مقصد حضور کو تسلی دینا ہے۔ ایک ہمارا طریقہ ہے کہ ہم کسی کو مسئلہ سمجھاتے ہیں وہ نہیں سمجھتا تو ہم کہتے ہیں نہیں سمجھتا تو نہ سمجھے ہمیں کیا ہے۔ لیکن یہ ہے ضابطے کا قاعدہ۔ لیکن نبی کو امت سے باپ سے بھی زیادہ شفقت ہوتی ہے۔ اب باپ بیٹے کو سمجھاتا ہے وہ نہیں سمجھتا تو پھر وہ باز نہیں آتا۔ اس کے دوست کو کہتا ہے تو سمجھا شاید تیری مان لے۔ اس کے ماموں کو کہتا ہے تو سمجھا شاید تیری مان جائے۔ اللہ کے پیغمبر سمجھاتے ہیں بار بار سمجھاتے ہیں کافر نہیں سمجھتے تو ان کی سوچ ہماری طرح نہیں ہوتی کہ نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ شاید ہمارے سمجھانے میں کمی رہ گئی ہے۔ پھر سمجھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں سمجھتے تو اس تسلی کے لئے آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ کا کام مکمل ہو گیا۔ آپ کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں رہی۔ آپ کو نذیر بنا کے بھیجا ہے۔

اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا ''انا النذیر العریان'' تو آپ ﷺ نے کیا یہ حدیث قبرستان میں کہی تھی یا زندہ لوگوں کو کہی تھی؟ آپ نذیر بن کے زندوں کے لئے آئے تھے یا قبرستان والوں کے لئے؟ یقیناً زندوں کے لئے آئے تھے تو بات یہاں بھی وہی نکلی تو بات یہی ہے کہ کافروں کو قبروں والوں سے تشبیہ دی ہے۔ کس بات میں تشبیہ دی ہے۔ یہ کہتے ہیں اس بات میں دی ہے کہ سنتے نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ مانتے نہیں۔ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اب آیت کو پورا پڑھنے سے بات یہی نکلتی ہے۔ اب جب ہم بتاتے ہیں کہ قرآن کا نام زیادہ لینے والے قرآن کی آیت بھی پوری نہیں پڑھتے اور قرآن کے نام سے دھوکہ دیتے ہیں تو پھر ان کو اماں جی یاد آتی ہیں کہ اماں جی نے کہا تھا۔

ہم پوچھتے ہیں آپ کا استدلال قرآن سے ہے یا اماں جی کے فرمان سے تو جیسے آیت کبھی بھی پوری نہیں پڑھتے۔ اماں جی کی بات بھی پوری نہیں بتاتے۔ بخاری کے (۱۸۳) پر ہی یہ حدیث ہے تو اماں جی نے اگر یہ کہا ہے کہ وہ نہیں سنتے تو کچھ کہا بھی ہے۔ فرمایا ہے وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں تو اماں جی علم میت کی قائل ہیں یہ علم میت کے قائل نہیں۔ علم کے لئے کچھ احساس ماننا پڑتا ہے یا نہیں ماننا پڑتا۔ یقیناً علم کے لئے احساس ماننا پڑتا ہے۔ اماں جی اس میت کو صرف عالم نہیں بلکہ اعلم مان رہی ہیں کہ ان سے زیادہ عالم ہیں تو کیا اشاعتی لکھ دیں گے کہ ہم اس میت کو اپنے سے زیادہ عالم مانتے ہیں تو اماں جی علم میت کی قائل ہیں۔ اماں جی عذاب میت کی قائل ہیں (۱۷۸) بخاری پر ''ان المیت لیعذب بکاء اھلہ'' اس روایت کو اماں جی نقل کر رہی ہیں۔

اسی طرح اماں جی سلام میت کی بھی قائل ہیں کہ ان کو السلام علیکم بصیغہ خطاب کہنا چاہئے اور خطاب کہنا چاہئے اور خطاب کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ سن رہا ہے۔ اب یہ تاویل کرنے لگے ہیں کہ یہاں السلام علیکم یا اہل القبور سے مراد میت کے لئے دعا کرنا ہے سلام کرنا مراد نہیں۔ میں نے کہا دعا تو ان کے لئے ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ مردے کے لئے دارالحدیث میں دعا ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی ہے؟ مسجد میں؟ ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی مماتی آرہا ہو تو آپ بار بار کہیں السلام علیکم یا اھل القبور، السلام علیکم یا اھل القبور وہ لڑے گا۔ آپ کہیں میں تو دعا کر رہا ہوں قبر والوں کے لئے آپ کو کیا کہہ رہا ہوں۔ ان کی مسجد میں جائیں تو کہیں السلام علیکم یا اھل القبور اب وہ لڑیں گے آپ کہیں میں تو قبر والوں کے لئے دعا کر رہا ہوں تو معلوم ہوا کہ دعا ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ لیکن خطاب ہر جگہ نہیں ہو سکتا تو خطاب کا کوئی خاص مقصد ہے۔

پھر اماں جی تو خطاب میت کی بھی قائل ہیں۔ ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ اپنے بھائی کو خطاب کر کے اشعار پڑھے ہیں۔ اماں جی معرفت میت کی بھی قائل ہیں، پردہ کرتی ہیں گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہچان رہے ہیں کہ اماں جی آئی ہیں۔ جتنی باتوں کی اماں جی قائل ہیں۔ یہ ان میں سے ایک کے بھی قائل نہیں۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم اماں جی کو مانتے ہیں وہ تو بات صرف اتنی ہے کہ اماں جی کا ایک اپنا ذوق تھا کہ حدیث کے الفاظ چونکہ حدیث روایت بالمعنی ہے باللفظ نہیں۔ قرآن باللفظ روایت ہے۔ اس لئے اگر کوئی حدیث کا لفظ بظاہر قرآن کے لفظ سے ٹکرائے تو قرآن نہیں بدلنا چاہئے۔ حدیث روایت بالمعنی ہے۔ اس کا لفظ اس کے ہم معنی کوئی اور کر لو تو اماں جی کے خیال میں ''لاسمع'' کا لفظ بظاہر ''لاتسمع'' سے ٹکرا رہا تھا تو انہوں نے فرمایا ''لاعلم'' کہہ لو۔ ورنہ وہ باقی سب باتوں کی قائل ہیں۔ اس طرح تو اماں جی نے تو یہاں تک فرما دیا ''قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ''

حضور پاک ﷺ کو خاتم النبیین کہو یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے موجود ہے اور مرزائی اس کو پیش بھی کرتے ہیں تو چونکہ پہلے زمانے میں مصنف ابن ابی شیبہ چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اس لئے مولانا لال حسین اختر نے لکھ دیا اس کی کوئی سند نہیں۔ اگر کوئی مرزائی اس کی سند پیش کر دے ہم دس ہزار روپے انعام دیں گے۔ لیکن اب کتاب چھپ کر آ گئی ہے سند اس کی ہے۔ میں نے کئی دفعہ ختم نبوت والوں کو کہا کہ حاشیہ پر لکھ دو کہ اس کی سند آ گئی ہے۔ لیکن آگے یہی لکھا ہے کہ اماں جی نے یہ بات کیوں کہی۔ انہوں نے اس لئے کہا تا کہ کوئی ''لانبی بعدی'' سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار نہ کر دے۔ انہوں نے آنا ہی آنا ہے تو اماں جی نے اس خطرے کی وجہ سے فرمایا ''لانبی بعدہ'' کا لفظ ختم کر دو اور قرآن کا لفظ خاتم النبیین باقی رکھو تو کیا یہ مماتی اماں جی کے کہنے سے ختم نبوت کا بھی انکار کر دیں گے۔ حالانکہ اماں جی ختم نبوت کی قائل ہیں وہ کہتی ہیں عقیدہ بیان کرو لیکن عقیدے میں ایسا لفظ نہ لاؤ جو بظاہر قرآن سے ٹکرا جائے۔

بس اتنی بات ہے اور کچھ بھی نہیں ورنہ جیسے میں نے کہا ہے کہ صحیح احادیث میں وہ سماع میت کی بھی قائل ہیں۔ ان ساری باتوں کی قائل ہیں تو اس لئے میں نے بتایا کہ سماع کے مسئلے کا تعلق روح کے تعلق سے ہے۔ کفر اسلام سے اس کا تعلق نہیں اور جب عذاب وثواب قبر مانا جائے تو روح کا تعلق ماننا لازمی ہے۔ اس لئے سماع اصل ہے عدم سماع خلاف اصل ہے۔ دلیل ان کے ذمہ ہے جو سماع کا انکار کرتے ہیں جو اصل پر قائم ہیں ان کے ذمہ دلیل نہیں ہوتی۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں فتاویٰ دار العلوم میں عدم سماع کا فتویٰ ہے تو حیاتی دیوبندی نہ ہوئے۔

جواب: فتاویٰ دار العلوم میں بہت سے فتویٰ سماع کے بھی ہیں۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب کا پہلے عدم سماع کا فتویٰ تھا بعد میں ان کا فتویٰ اس کے خلاف آ گیا۔ اصل میں بعض اوقات اس ذہن سے کہ بریلوی اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ انہوں نے ایسی بات لکھی۔ کیونکہ قول تو دونوں ہیں یہ تو میں نے ابتداء میں کہہ دیا تھا کہ غیر انبیاء کے سماع میں اختلاف ہے۔ ایسے موقع پر مفتی صاحبان یہ کوشش کرتے ہیں کہ ایک قول بیان کرنے سے اگر کوئی بدعتی فائدہ اٹھا رہا ہے تو دوسرے قول پر فتویٰ دے دیتے ہیں۔ لیکن اب دوسرے قول پر فتویٰ دینے سے عذاب وثواب قبر کا انکار ہونے لگ گیا ہے تو جب مفتی صاحب کو اس کا احساس ہوا۔ کیونکہ انہی کے دستخط المہند پر بھی ہیں۔ ان کا دوسرا فتویٰ بھی موجود ہے۔ ضرب المہند میں وہ ساری عبارتیں لکھ کر اس کے بعد والی عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ ضرب المہند ان (اشاعتیوں) نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا (القول المسند فی رد علی المہند'' اس کے رد میں مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے کتاب لکھی ''ضرب المہند'' اس میں ان کے سارے مسئلوں کا جواب دیا ہے۔

سوال: قرآن میں ہے ''ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون'' (المؤمنون: ۱۶)

جواب: تبعثون سے کھلی حیات مراد ہے۔ یعنی چھپی حیات سے کھلی حیات میں آنا۔ ویسے یہ لفظ بعث کا مردوں کے لئے خاص بھی نہیں آپ روز کہتے ہیں حضور ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تو کیا آپ چالیس سال کی عمر میں دوبارہ زندہ کئے گئے تھے تو لفظ بعث مردوں کے لئے خاص ہے بھی نہیں۔ اس لئے اگر کسی نے لکھا ہے تو اس سے مراد کھلی حیات ہے اور یہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ جب مسئلہ چھڑا ہوا نہ ہو تو بعض اوقات کوئی بات لوگ اجمالی بھی لکھ جاتے ہیں۔ لیکن جب وسوسے آنے شروع ہو جائیں تو لوگ تفصیل سے بات لکھتے ہیں۔ دیکھو ختم نبوت اجماعی مسئلہ ہے لیکن اس کو بھی کچھ لوگ اجمالی لکھ جاتے تھے جس سے آج مرزائی غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

جیسے ملا علی قاری لکھ گئے ہیں اور مرزائی اسے اٹھائے پھرتے ہیں کہ دیکھو جی ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے وہ صاحب شریعت نبی نہیں ہوں گے تو غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔ حالانکہ یہ مراد نہیں جو مرزائی لیتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں کوئی مدعی نبوت تھا نہیں تو انہیں کیا پتہ تھا کہ لوگ میری بات کا غلط مطلب لے لیں گے۔ اس لئے جس زمانے میں یہ فرقہ پیدا نہیں ہوا تھا اس زمانے میں اگر کسی کتاب میں مجمل بات ہو تو پہلے تو اسی کتاب میں تفصیلی بات مل جائے گی۔ اگر نہ ملے تو اہل سنت کا جو عقیدہ ہے اس کے مطابق سنیوں کی عبارت کی تشریح کی جائے گی۔

سوال: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ سماع کے قائل نہیں تھے ایک آدمی روضہ پاک پر شکایت کرر ہا تھا امام صاحب نے فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیری بات نہیں سن رہے۔

جواب: یہ تو بالکل جھوٹ ہے۔ روضہ پاک کے بارے میں تو بات ہی نہیں ہے وہ بات تو یہ ہے کسی اور قبر کے بارے میں کوئی اور آدمی کہہ رہا تھا تو امام صاحب نے فرمایا ''انک لاتسمع الموتی'' (النمل: ۸۰) یہ آیت پڑھی۔ لیکن یہ واقعہ قطعاً امام صاحب سے ثابت نہیں۔ غرائب الفتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں جو نہ انہوں نے دیکھی ہے کہ کہاں سے یہ حوالہ سب سے پہلے بشیر احمد سہسوانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ''صیانۃ الانسان عن فتنۃ ابن دھلان'' میں دیا تھا۔ یہ بشیر احمد کون ہے۔ یہ حج کے لئے گیا۔ لیکن روضہ پاک کی زیارت کے لئے نہیں گیا۔ کہتا تھا روضہ پاک کی زیارت کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔ وہاں بھی اس پر فتویٰ لگے۔

یہاں مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے السعی المشکور اس کے خلاف کتاب لکھی۔ اس نے جواب لکھا پھر انہوں نے جواب الجواب لکھا تو اس نے پھر کتاب لکھی تھی صیانۃ الانسان عن فتنۃ ابن دہلان۔ اس میں امام صاحب کا واقعہ لکھا جو عام مردوں کے بارے میں ہے نہ کہ روضہ پاک کے بارے میں اور غرائب الفتاویٰ کا حوالہ دیا۔ لیکن غرائب الفتاویٰ نہ آج تک کہیں چھپی ہے بلکہ کہیں چھپی ہوئی ہے۔ رافضیوں کے بارہویں امام کی طرح پوشیدہ ہے۔ اس کی پہلی جلد جو کہ چار پانچ سو صفحات کی ہے۔.. اس کا فوٹوسٹیٹ میں نے دیکھا بلکہ پڑھا بھی ہے۔ اس میں یہ مسئلہ نہیں۔

اس پر جلد اوّل لکھا ہے باقی پتہ نہیں اس کی جلدیں کتنی ہیں اور کہاں ہیں تو اس لئے اس کی کوئی سند امام تک نہیں وہ ثابت نہیں کر سکتے۔ جو امام صاحب کی اپنی کتاب فقہ اکبر ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ عذاب وثواب جو ہوتا ہے اعادہ روح سے ہوا ہے اور اعادہ روح میں جب روح آئی تو اپنے ادراکات لے کر آئی ہے۔ پھر عقیدہ طحاوی میں بھی عذاب وثواب قبر روح کے اعادہ کے ساتھ صاف طور پر لکھا ہے تو اس لئے یہ اس کو ثابت کر دیں صحیح سند کے ساتھ پھر دیکھیں گے۔ سعید نے ایک تقریر میں کہا کہ وہ کتاب چھپ گئی ہے۔ میں لے کر آیا ہوں اٹھارہ جلدوں میں۔ اس کے بعد ہم نے بڑے آدمی بھیجے کہ ہمیں بھی دکھاؤ اٹھارہ جلدیں، لیکن یہ بالکل جھوٹ ہے وہ کتاب ابھی تک چھپی نہیں۔ اس لئے یہ بالکل جھوٹ ہے۔

سوال: کیا حیات النبی کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے؟

جواب: اس پر تو فتویٰ آ چکا ہے دیوبند سے اور خیر الفتاویٰ میں تفصیل سے درج ہے کہ حیات النبی کا منکر اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ بدعتی ہے معتزلہ کی طرح عقائد میں بدعتی ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: معراج والی رات حضور ﷺ نے عذاب ہوتے دیکھا تو یہ قبر کہاں تھی؟

جواب: جھوٹ تو ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے یہ معراج کا واقعہ نہیں بلکہ اس خواب کا واقعہ ہے جو بخاری شریف میں ہے خواب میں آپ دیکھیں کہ آپ کا بھائی اس کمرے میں بیٹھا ہوا ہے تو کیا سمجھتے ہیں کہ وہ رات اس کمرے میں آیا ہوا تھا۔ اندازہ لگاؤ قرآن کا نام لے کر دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ خواب ہے خواب میں کوئی کسی جگہ نظر آجائے تو کیا اصل جگہ وہ مر چکا ہوتا ہے اور اس کو معراج کا واقعہ کہنا درست نہیں۔

سوال: عذاب وثواب قبر کہاں ہوگا؟

جواب: جہاں جہاں ذرات ہیں تعلق روح کے ساتھ ان کو عذاب ہوتا ہے۔

سوال: کیا یہ لوگ فاسق ہیں؟

جواب: ان کا فسق اعتقادی ہے عملی نہیں جیسے زانی کا فسق عملی ہوتا ہے ان کا فسق معتزلہ، جبریہ، قدریہ کی طرح اعتقادی ہے اور اعتقادی فسق عملی فسق سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

سوال: مماتیوں کی اقسام بھی ہیں یا ایک ہی عقیدہ ہے؟

جواب: ان میں ہر ہر آدمی علیحدہ عقیدے والا ہوتا ہے۔ ملتان میں میٹنگ ہو تو عقیدہ اور بن جاتا ہے، لاہور میں ہو تو اور، میانوالی میں ہو تو عقیدہ نیا بن جاتا ہے اور پھر جتنے آدمیوں سے بات کرو ان سب کا عقیدہ الگ الگ ہوتا ہے۔

سوال: ان کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کیا باقی بدعتیوں کا آپ پڑھتے ہیں؟ مولانا حبیب اللہ صاحب یا کی والی ضلع مظفر گڑھ کے تھے دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے ان کا لڑکا پروفیسر محمد علی مجھے لینے آیا کہ اباجی بہت بیمار ہیں آپ کی حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر کیسٹیں سنی ہیں کہتے ہیں میں نے اس سے ملنا ضرور ہے۔ میں گیا مجھے ملے فرمایا میں روز دعا کرتا تھا کہ یا اللہ امین سے میری ملاقات ہو جائے۔ پھر انہوں نے میرا تین دن کا وہاں پروگرام رکھا۔ اسی مسئلہ پر علماء کو اکٹھا کیا۔ میں نے بڑی وضاحت سے مسئلہ بیان کیا۔ پھر وہ اتنے سخت ہو گئے تھے کہ ان کا جنازہ پڑھنا تو کجا وہ کسی کا جنازہ پڑھاتے تو اعلان کرتے کہ اگر کوئی مماتی ہے تو نکل جائے ورنہ میں جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ انہوں نے صاف فتویٰ دے دیا تھا اگر قربانی میں مماتی شامل ہو جائے تو قربانی کسی کی نہیں ہوگی۔ کہتے تھے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

اصل بات یہ ہے کہ آدمی اپنی بات پر پکا ہو، میں پہلے ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا ایک دن مجھے قاضی عصمت صاحب نے کہا کہ میں نے جہلم کے جلسے کے اشتہار پر تمہارا نام پڑھا ہے۔ پھر اس کا مطلب ہے کہ آج ہماری آپ کی آخری ملاقات ہوگی۔ کہنے لگے پھر وہ آپ کو ہمارے پاس آنے نہیں دیں گے۔ میں گیا ہی پہلی مرتبہ تھا۔ جہلم مجھے نہیں پتہ تھا۔ جب میں جہلم پہنچا تو مجھے انہوں نے پانی وغیرہ پلا کر مجھ سے کہا یہ لیں اپنا کرایہ اور واپس تشریف لے جائیں یا وہ تمام تاریخیں ابھی منسوخ کرو جو مماتیوں کے اسٹیج پر ہیں یا مماتیوں کے ساتھ کسی دوسرے اسٹیج پر ہیں۔ میں نے سب کی تاریخیں منسوخ کیں۔ پھر رات کو میرا بیان ہوا۔ ان کے پاس اس قسم کے دھوکوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!